زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

AMINIA MUSLIM GIRLS SEC. SCHOOL
A. No. 703
Date 1.9.90
N. 1017
★ LIBRARY ★

بہ اشتراک
مکتبہ فرینکلن
لاہور - نیو یارک

AMINIA MUSLIM GIRLS SCHOOL,
DELHI COLONY, KARACHI.

حرفِ آغاز

یہ ناول ایک امریکی ناول نگار مسز روز وِیلڈر کا ہے، گو یہ ناول ہے اور کوئی شبہ نہیں انتہائی دلچسپ ہے۔ لیکن جتنا دلچسپ ہے اتنا ہی سبق آموز بھی ہے اس میں ایک عورت کی داستانِ وفا، اس کے عزم و ہمت اور خود اعتمادی کا خاکہ جتنے اثر انگیز اور سحر طراز انداز میں مصنفہ نے کھینچا ہے، وہ اسی کا حصہ ہے۔ یہ ایک طرح کا بیانیہ ناول ہے۔ ایک مقصدی ناول ہے۔ نہ اس میں عشق و محبت کی گھاتیں ہیں، نہ آہ جگر سوز ہے، نہ نالۂ شور انگیز۔ نہ جنس کی ہوک ہے، نہ اس کی رنگ آمیزی۔

دو نوجوان ہستیاں ہیں، ایک نوجوان لڑکی، ایک تقریباً اسی کا ہم عمر نوخیز جوان۔ یہ آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت طلب و تقاضے اور اعتراف والتجا سے بے نیاز ہے۔ شاید صاف اور واضح الفاظ میں کبھی دونوں نے ایک دوسرے کے لیے علی الترتیب لیلیٰ اور مجنوں ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، پھر بھی یہ محبت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی، ان کی معاشرت، ان کا آپس کا برتاؤ، ان کی ایک دوسرے کے ساتھ نشست و برخاست، بس انھی چیزوں سے محبت ٹپکے

سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں، تنگی آتی ہے، مصیبت آتی ہے، طوفان آتا ہے، زندگی کا ڈھانچہ چٹخ جاتا ہے، لیکن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ یہ داستان پڑھنے والا ان محبت کرنے والوں سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یہ دونوں اپنی نئی دنیا بسانے گھر اور خاندان کی دنیا سے رضاکارانہ ترکِ تعلق کر کے نکلتے ہیں اور اپنے فیصلے پر چٹان کی طرح جم جاتے ہیں۔ رکاوٹیں آتی ہیں، طوفان حائل ہوتے ہیں، دشواریاں پیش آتی ہیں، ساتھی ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ پڑوسی بھاگ کھڑے ہوتے ہیں، دوست منہ پھیر لیتے ہیں، شوہر تلاشِ معاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے بیوی اس ویرانے میں تن تنہا رہتی ہے، موسم کی ہولناکی، بھیڑیوں کی یورش، رہزنوں کا دھڑکا، وسائلِ حیات کی ناکامی، بے زری، مفلسی، لیکن وہ ہمت نہیں ہارتی یہ تنہا جان بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کرتی ہے اور ان کا منہ پھیر دیتی ہے۔

خود پڑھ لیجیے!"

رئیس احمد جعفری

۸۹۔ ٹیگور پارک لاہور

سفر

”وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے!“

(۱)

بچپن کا زمانہ بھی کیا زمانہ تھا، ——— امیدیں، آرزوئیں، کھلونے، گھروندے، نہ غم، نہ فکر، خوشی کا دور، مسرت کا زمانہ۔

ابھی وہ دونوں بچے ہی تھے کہ ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے، بڑی دیر تک ساتھ ساتھ کھیلا کرتے، دنیا ومافیہا سے بے خبر اپنی دنیا میں مگن، اسی کھیل کود کے دوران میں اُنھوں نے ایک معصوم اور مقدس عہد بھی کر لیا "جیسے ہی ہم جوانی کی سرحد پر قدم رکھیں گے، ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے رفیق زندگی بن جائیں گے"! اور یہ معصوم اور مقدس عہد راست بازی اور سچائی کے ساتھ اُنھوں نے پورا بھی کیا، جب بڑے ہوئے، جب شعور و بلوغ کی منزل پر پہنچے تو ایک دوسرے کے رفیق زندگی بن گئے ——— ہمیشہ ہمیشہ

کے لیتے چارلز کبھی کبھی اسے چھیڑتا "میں نے تو تم سے شادی کی درخواست کبھی نہیں کی تھی!" جواب میں وہ مسکرا دیتی، اس تبسّم پر چارلز جان دیتا تھا۔

اور یہ کیتھرائن بچپن ہی سے کچھ عجیب و غریب قسم کی لڑکی تھی۔ متین، معصوم، کم گو، بھولی بھالی۔ چارلز کے ساتھ بھی اس کا انداز گفتگو کچھ عجیب طرح کا تھا۔ وہ زبان سے کچھ نہ کہتی، اس کی آنکھیں بتا دیتیں، وہ کیا سوچ رہی ہے کیا کہنا چاہتی ہے اور یہ آنکھیں کبھی جھوٹ نہ بولتیں۔ جب وہ مسکراتی تو اس کے رخسار میں ایک گڑھا سا پڑ جاتا اور اس سے اس کا حُسن کچھ اور زیادہ دلکش ہو جاتا۔ اس کی گفتار اور رفتار میں وقار بھی تھا اور جادو بھی۔ دل ہی دل میں، کبھی کبھی یہ سوچ کر وہ حیران رہ جاتی۔ "مجھ جیسی شرمیلی اور بے زبان لڑکی جو کچھ ایسی زیادہ خوبصورت بھی نہیں ہے، چارلز جیسے سحر طراز نوجوان کو کس طرح جیت لے گئی؟" اور یہ چارلز واقعی اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ طرّاد، خوش گفتار، من چلا اور رسیلا قسم کا آدمی تھا۔ بہت اچھا شکاری، رقص میں ماہر، نے نوازی میں طاق اور —— اور ایک دلیر جنگ جُو!

اتوار کو سہ پہر کا وقت عموماً کیتھرائن اور چارلز کے خاندان ساتھ ساتھ لطف و تفریح میں بسر کرتے، ایسے موقعوں پر کچھ پڑوسی بھی نشاط و طرب کی محفل میں آکر شریک ہو جایا کرتے، لیکن کیتھرائن ان ہنگاموں اور دلچسپیوں میں گھری رہنے کے باوجود بس چارلز کے خیال میں کھوئی رہتی۔

ان اجتماعات کے موقعوں پر بوڑھے لوگ اپنی کوئی پرانی کہانی لے کر بیٹھ جاتے اور تھوڑے تھوڑے وقفوں سے اس کا سلسلہ جاری رکھتے۔

لڑکے شیر و شکار کے لیے باہر نکل جاتے۔ بچے اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ میں مصروف ہو جاتے۔ ننھے ننھے بچے کسی جھاڑی کے نیچے یا درخت کے سائے میں خوابِ خرگوش کے مزے لیتے۔ پاس ہی ان کی مائیں اور دوسری عورتیں سرگوشیوں میں منہمک ہو جاتیں۔ چارلز کی دادی نہایت اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ اخروٹ کی ایک لٹکتی ہوئی شاخ پر اس طرح ہلکورے لینے لگتی جیسے جھولا جھول رہی ہے۔ پھر یکایک ان اونگھتے ہوئے اور کسل زدہ لوگوں کے درمیان چارلز آ کر بیٹھ جاتا۔ بانسری نکالتا اور اپنی نے نوازی سے سب میں زندگی کی لہر دوڑا دیتا۔

بانسری بجاتے وقت اس پر ایک عجیب طرح کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ اس کی آواز بلند ہوتی اور پھر اس کی گونج دور دور تک سنائی دیتی ——— دور ان جنگلوں تک جہاں ابھی تک انسانی قدم نہیں پہنچے تھے۔ وہ لہرا لہرا کر گاتا:۔

آتا ہے طوفان، آنے دو،
بادل گرجیں، بجلی کڑکے،
موجیں تڑپ کر، گزریں سر سے،
میرا سفینہ پار لگے گا،
پار لگے گا میرا سفینہ،
قسمت میری ساتھ ہے میرے،

(۲)

چارلس اور کیتھرائن جس علاقے میں رہتے تھے، یہ نوآبادکاروں کا علاقہ تھا۔ زمانے کے ستائے ہوئے، خانماں برباد، پریشاں روزگار اور آشفتہ حال لوگ جہاں تہاں سے آکر آباد ہو گئے تھے۔ اور اب یہاں رہتے ہوئے انھیں مدّت گزر چکی تھی۔

چارلس اور کیتھرائن کی جب شادی ہوئی تو انھیں رہنے کے لیے نیا گھر چاہیئے تھا، پیٹ بھرنے کے لیے زمین چاہیئے تھی، مستقبل کی تعمیر کرنا تھی اور اس تعمیر کے لیے کوئی روزگار چاہیئے تھا اور یہ سب چیزیں ناپید تھیں، اچھی زمینیں پہلے ہی سے پرانے لوگوں کے قبضے میں تھیں۔ روزگار

میری قسمت ——— میری ہمّت، میرے بازو، میرا جوش، آتا ہے طوفاں، آنے دو ———،

بھی آسانی سے ملتا نظر نہیں آتا تھا۔ آخر یہ نیا جوڑا ترک اقامت پر آمادہ ہوا اور مغرب کے ایک دور دراز علاقے میں آباد ہونے اور اپنی نئی دنیا بسانے کی ٹھان لی، جہاں کی زمین زرخیز اور شاداب تھی، لوگ کم تھے، ترقی کے امکانات یہاں سے کہیں زیادہ وسیع تھے۔

اور آخر ایک دن یہ چھوٹا سا قافلہ امیدوں اور آرزوؤں کا توشہ لے کر ایک نئی منزل کی طرف چل کھڑا ہوا۔

اس قافلے کی پونجی بھی کتنی مختصر تھی! ایک بندوق، بانسری، چند برتن، ایک چھکڑا اور اسے کھینچنے والے دو گھوڑے۔ غریب ماں باپ اپنی غریب اولاد کو اس سے زیادہ اور کیا دے سکتے تھے، جب کہ ابھی ان سے چھوٹے کئی اور بچوں کی پرورش کا بوجھ ان کے دوشِ ناتواں پر قدرت نے لا رکھا تھا۔

شروع شروع میں کیتھرائن بہت کمزور اور ملول رہی، گھر، جہاں آنکھیں کھولی تھیں، ماں باپ، جن کے دامن میں سکھ اور چین پایا تھا، بھائی بہن، جن سے محبت تھی، سب ہی کو چھوڑنا پڑا، سب ہی سے بچھڑنا پڑا۔ وہ بھی چند دن کے لیے نہیں، ہمیشہ کے لیے۔ رہ رہ کر پچھلی باتیں یاد آتیں، گزرا ہوا زمانہ سامنے آ آ کر کھڑا ہو جاتا، ماں کی شفقت، باپ کی محبت، چھوٹے بھائیوں اور بہنوں کی الفت، گھر کی مصروفیت، خانگی کاموں میں ماں کا

ہاتھ بٹانا، تھکے ہوئے باپ کا انتظار کرنا، اور آجائے تو اسے کھانا کھلائے بھائیوں بہنوں کے ساتھ کھیلنا، وہ گھر، وہ مناظر، وہ مشغولیتیں بری طرح یاد آتیں اور دل میں چٹکی لینے لگتیں —— لیکن چارلز ساتھ تھا۔ اس کی معیت اور رفاقت ہر دکھ کا درمان تھی۔ اس کے ساتھ رہ کر کوئی غم غم نہیں تھا۔ خوشی تھی، مسرّت تھی، نشاط لازوال تھی، زندگی کی بہاریں تھیں —— نئی اُمّیدیں، نئے ولولے، نئے حوصلے۔

سفر کے ساتھ ساتھ گھر دور ہوتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ ماضی بھی ماضی کی یادیں بھی، نئی منزل قریب آتی رہی اور اس کے ساتھ ساتھ تعمیرِ حیات کا عزم استوار بھی۔

سفر بڑے مزے میں کٹ رہا تھا۔

چھکڑا اچھلتا رہتا، چارلز اپنی بانسری اور بندوق لیے کبھی ساتھ چلتا، کبھی بیٹھ جاتا، جہاں پڑاؤ ہوتا، گھوڑوں کے آگے گھاس ڈال کر وہ نہایت اطمینان اور یکسوئی سے بانسری بجانے لگتا۔ رات کے سناٹے، چاند کی روشنی اور نسیم روح پرور کے ہلکوروں میں یہ سلسلہ نہ جانے کب تک جاری رہتا۔ پھر چارلز اور کیتھرائن پاس پاس بیٹھ جاتے اور گزرے ہوئے دن کی باتیں کرنے لگتے۔ راستے میں جو کچھ دیکھا تھا، جو کچھ محسوس کیا تھا، اور پھر —— وہی حسرت تعمیر، نئی منزل پر پہنچنے کے بعد ایک چھوٹے سے نئے گھر کی تعمیر!

بڑی دیر تک دونوں آگ کے سامنے بیٹھے گھل مل کر باتیں کیا کرتے، پھر جب رات زیادہ آجاتی تو کیتھرائن آگ کو راکھ کے ڈھیر میں دبا دیتی اور چارلز گھوڑوں کو اچھی طرح باندھ کر چھکڑے میں جو فی الحال گھر کا کام دے رہا تھا، آرام سے پڑ رہتا اور سو جاتا۔

ہر روز چارلز کسی نہ کسی پرند کا شکار ضرور کرتا۔ جب آذوقہ ختم ہونے کے قریب ہوتا، تو چھکڑا کسی آبادی کے قریب روک کر وہ آٹا، شکر، چائے وغیرہ خریدنے کے لیے چلا جاتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ ضروریات زندگی کی خریداری کے لیے گیا ہو، اور کیتھرائن کے لیے کوئی تحفہ نہ لایا ہو۔ کبھی آئینہ، کبھی صندوقچہ ایک مرتبہ تو پندرہ گز نہایت عمدہ ریشمی کپڑا خرید لایا، حالانکہ فی الحال کیتھرائن کو اس کی قطعاً ضرورت نہ تھی، لیکن وہ من چلا ان جھڑکیوں کی کب پروا کرتا تھا۔ کوئی تحفہ دیکھ کر کیتھرائن کی آنکھوں میں جو خوشی کی دبی ہوئی چمک سی پیدا ہوتی تھی، یہی دیکھنے کے لیے تو وہ لنگوٹی میں پھاگ کھیلا کرتا تھا۔

آخر کچھ دنوں کے بعد یہ لوگ ایک گیاہستان میں پہنچے۔ خوش قسمتی سے چارلز کو یہاں ایک نوکری بھی مل گئی۔ بات یہ تھی کہ اب کیتھرائن ایک بچے کی ماں بننے والی تھی اور چارلز چاہتا تھا کہ ہاتھ خالی نہ رہے، کمائی کا کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رہے۔ فی الحال مکان کا ملنا ممکن نہ تھا، لہٰذا اس نے کیتھرائن کو راضی کر لیا کہ مکان تلاش کرتے ہیں، لیکن جب تک اس کا بندوبست نہ

ہو جائے یہیں مزدوروں کی جھگیوں میں سے کسی جھگی میں دن کاٹ لیں گے
اس علاقے میں کوئی جنگل نہ تھا۔ کوئی درخت بھی نظر نہ آتا تھا۔
گھاس کے بڑے بڑے تختے تھے۔ انھی کے اِرد گرد مزدور کام کرتے
گرد اور دھوئیں کی کثرت سے آسمان چھپا رہتا۔

کچھ روز بعد چارلز نے ایک تختۂ گیاہ پر چھوٹی سی جھونپڑی بنا لی۔
کیتھرائن اس تعمیرِ نو کے کام میں برابر اس کا ہاتھ بٹاتی رہی۔ مٹی کی دیواریں
اور اس پر کینوس کی چادر۔ خشک گھاس سے ایک چھپّر بھی تیار کر لیا گیا تاکہ
دھوپ اور بارش سے امن رہے۔ صرف دو دن کی مدت میں یہ "مکان"
چارلز اور کیتھرائن نے تعمیر کر لیا۔ صاف ستھرا، الگ تھلگ، ٹھنڈا
اور آرام دہ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بہر حال اپنا تھا۔

بازار یہاں سے ۲۰ بیس میل کے فاصلے پر تھا اور یہ چارلز کی ڈیوٹی تھی کہ
وہ جائے اور کیمپ کی ضروریات خرید کر لائے۔ ہر دوسرے تیسرے
دن اسے جانا پڑتا تھا اور اس آنے جانے میں ایک شب و روز کا وقت
صرف ہو جاتا تھا۔ ایسے موقعوں پر کیتھرائن تنہا رہ جاتی اور یہ تنہائی اسے
کھلتی بھی۔ لیکن کیمپ کے انچارج مسٹر بیکر کی بیوی اور سالی کے
پاس وقت گزاری کے لیے بھی اسے جانا پسند نہ تھا۔ عجب طرح کی
عورتیں تھیں! ایک تو عمر میں اس سے کہیں بڑی، پھر تند خو اور شعلہ مزاج۔

باتیں کرتیں تو صرف اپنے ہونہار بچوں کی، جو ننگے پاؤں ادھر اُدھر بھد بھد دوڑ لگایا کرتے، یا ٹٹو کی شامت آجاتی تو اس کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر گیاہستان کی سیر کیا کرتے۔

جب چارلز بازار گیا ہوتا اور کیتھرائن کو تنہا رات کاٹنی پڑتی تو بڑی دیر تک اسے نیند نہ آتی، کہیں دور سے بھیڑیے کی خوفناک آواز سُن کر وہ دہل جاتی۔ کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا۔ جیسے جھونپڑی کے آس پاس وہ کہیں گھوم رہا ہے، وہ اور زیادہ لرز جاتی۔ کیمپ کے کسی اور گوشے میں دن بھر کے تھکے ہوئے مرد، دور رات گئے تک خوش گپیوں میں مشغول رہتے۔ ان کے ہنسنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں بھی پردۂ گوش سے ٹکراتی رہتیں۔ یہ لوگ شراب پیتے، جوا کھیلتے، اودھم مچاتے، اور پھر انھیں میں سے کوئی موجی رات کے سناٹے میں گانے لگتا، کبھی کوئی مدھر گیت، کبھی کوئی حوصلے کو بڑھانے والا نغمہ۔

چارلز نے اسے ایک پستول دے رکھا تھا۔ اس پستول نے اسے جری اور بے خوف بنا دیا تھا۔ پھر بھی تنہائی کاٹنے کو دوڑتی تھی۔ وہ چاہتی تھی چارلز یہیں رہے، اس کا جی بہلاتا رہے اس سے باتیں کرے اسے نہ پاکر وہ ایک عجیب قسم کا خلا سا محسوس کرتی تھی۔

چارلز اب بھی اسے چھیڑتا رہتا۔ یہاں کے گرم موسم، نیز

دھوپ اور مشقت کے باعث کیتھرائن کا چہرہ سنولا گیا تھا۔ چارلز جب کبھی اس کی دودھ کی سی سفید گردن پر یہ سنولایا ہوا چہرہ دیکھتا تو چھیڑے بغیر نہ رہتا۔

"اب تو تم حبشی بنتی جا رہی ہو ــــــــ کالی کلوٹی!"

یہ سن کر کیتھرائن فوراً آئینہ اٹھاتی اور دیکھتی کہ کیا واقعی میں کالی کلوٹی ہوتی جا رہی ہوں! اور پھر یک بیک اس کے کانوں میں چارلز کی شرارت بھری آواز آتی۔

"اگر تمھارا بچہ بھی ایسا ہی کالا کلوٹا پیدا ہوا تو کیا ہوگا؟ ــــــــ یہ تو بڑی بُری بات ہوگی!"

وُہ جھلا کر چڑتے ہوئے جواب دیتی۔

"صرف میرا ہی بچہ؟ ــــــــ تمھارا نہیں؟"

اور پھر وہ آئینہ لے کر اپنا چہرہ دیکھنے لگتی۔ پھر چارلز کا ایک قہقہہ اس کے کانوں سے ٹکراتا۔

اور اس قہقہے سے وہ اپنے آپ میں آجاتی۔

اسے یاد آجاتا یہ قہقہہ چارلز کا ہے۔ چارلز جو اسے بے انتہا چاہتا ہے اور اس کے یہ قہقہے محبت سے، سچی محبت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ پھر وہ بھی مُسکرانے لگتی۔ آئینہ ایک طرف پھینک دیتی اور

نازو انداز کے ساتھ کہتی۔

"ہاں میں کالی کلوٹی ہوں، میرا بچہ بھی کالا کلوٹا ہوگا!"

اور پھر چارلز کا قہقہہ، مجسم۔ چارلز بن کر اسے اپنی آغوش میں کھینچ لیتا۔

---

(۳)

ستمبر کے مہینے میں سردی چمک گئی!

لیکن حاجت بڑی بلا ہے۔ ٹھٹھرا دینے والی سردی اور کھلے میدان میں بھی لوگ برابر اپنے کام میں لگے رہتے۔ پھر وہ وقت آیا کہ کام سمیٹا جانے لگا۔ لوگوں کا حساب کمپنی کے صدر دفتر میں بھیج دیا گیا۔ کہ وہاں سے پیسے لیں اور جہاں سینگ سمائے رُخصت ہو جائیں، کیونکہ اب یہ طے ہو چکا تھا کہ فی الحال مزدوروں کے کیمپ بند کر دیے جائیں گے۔ آئندہ سال کے موسم بہار تک اب یہاں کوئی کام نہیں

ایسا نہ ہو بعد میں جی نہ لگے اور مجھے دوش دینے بیٹھ جاؤ!"
وہ مسکراتی ہوئی بولی،
"جی نہیں ——— ہم یہیں رہیں گے۔ آج اکیلے ہیں، کل ہمیں دیکھ کر نہ جانے کتنے لوگ آ آکر بسنا شروع ہو جائیں گے ——— میری طرف سے بے فکر رہیئے۔"
کیتھرائن کو مزید ٹٹولنے کے لیے چارلز نے کہا۔
"لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ تمھیں چالیس میل تک کوئی متنفس نظر نہیں آتا، نہ آئے گا!"
نہایت اطمینان سے کیتھرائن نے جواب دیا،
"مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کیجئے، میں شوق سے یہاں رہوں گی بشرطیکہ آپ پر سیلانی پن نہ سوار ہو جائے۔ آپ تو یہیں رہیں گے نا؟"
چارلز نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،
"مجھے کہاں جانا ہے؟ جہاں تم وہاں میں، ——— لیکن شاید ———!"
کیتھرائن نے بات پوری نہ ہونے دی، بولی "بس تو مجھے تنہائی کی کوئی فکر نہیں ہے۔"
چارلز نے شوخ نظروں سے کیتھرائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،

تھا۔ کچھ بیکاری سے بے اطمینانی پھیلی، کچھ مزدوری پر جھگڑا ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف کیمپوں میں فسادات ہو گئے۔ اس ہنگامہ آرائی میں کئی آدمیوں کے مجروح اور ہلاک ہونے کی اطلاعیں بھی آئیں۔ یہ خبریں سن کر کیتھرائن پریشان تو ہوئی، لیکن اسے چارلز کی سلامت روی سے امید تھی کہ اس نے ان ہنگاموں میں کوئی حصہ نہ لیا ہوگا۔ کیونکہ دوسروں کے مقابلے میں وہ مطمئن اور آسودہ زندگی کا مالک تھا۔ اس کے پاس کچھ روپیہ بھی تھا۔ اور اب جھونپڑی کے علاوہ ایک صاف ستھرا چھوٹا سا گھر بھی مل گیا تھا۔ فصل بونے اور جوتنے کے لیے بیج اور ضروری سامان بھی مہیّا تھا۔ اس لیے گھر میں اناج رکھنے کا کوٹھا بھی تھا اور شدید سردی سے پناہ لینے کے لیے ایک تہ خانہ بھی۔ خوش قسمتی سے بیس ایکڑ زمین بھی مل گئی، یہ زمین دراصل ایک اور آدمی کی تھی، لیکن وہ یہاں کی تنہائی اور موسم کی شدّت سے ایسا گھبرایا کہ گو اس نے زمین کی کھدائی کر لی تھی، لیکن ترکِ اقامت کی ٹھان لی اور واپس جانے لگا چارلز اس موقع سے کیوں نہ فائدہ اٹھاتا؟ اس نے فوراً مکان اور زمین پر قبضہ کر لیا اور طے کر لیا کہ کچھ بھی ہو وہ اس سنسان اور غیر آباد علاقے میں اپنی نئی دنیا بسا کر رہے گا۔ اس نے کیتھرائن سے پوچھا "اکیلی یہاں گھبراؤ گی تو نہیں؟ ——— سوچ لو بھئی،

"بس تو پھر آج ہی امتحان ہوجاتا ہے تمھاری سچائی کا۔"

کیتھرائن نے حیرت سے ایک نظر چارلز پر ڈالی اور گویا ہوئی

"میرا امتحان ؟ —— وہ کیسے ؟"

چارلز نے ایک قہقہہ لگایا۔

"ڈر گئیں ؟ —— جب تک لینڈ آفس یہ گھر باقاعدہ ہمارے نام منتقل نہ کردے اور ہمیں اس کی ملکیت کا حق نہ دے دے ہر وقت کان پکڑ کر نکالے جاسکتے ہیں، لہٰذا قبل اس کے کہ کوئی اور ادھر کا رُخ کرے، معاملہ پکا کرلینا چاہیے، ——"

کیتھرائن نے توجہ سے چارلز کی بات سنی اور دریافت کیا،

"ہاں تو ——"

چارلز نے بتایا۔

"بس تو پھر اب کھانا کھا کر، میں روانہ ہوتا ہوں، تم آرام سے سوجانا۔ لینڈ آفس یہاں سے تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ جانے آنے میں دو دن تو لگ ہی جائیں گے، —— شاید اس سے بھی زیادہ۔"

رات ہو چلی تھی، کیتھرائن نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا، پھر دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھایا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے

اس کے بعد چارلز نے اپنا چھکڑا ٹھیک کیا اور روانہ ہوگیا۔ ——

جب تک وہ نظر سے اوجھل نہ ہو گیا، کیتھرائن اسے تکتی رہی،

تین دن گزر گئے۔

خاموش، ویران اور سنسان گیاہستان میں کیتھرائن نے یہ تین شب و روز بالکل تنہائی کے عالم میں گزار دیے۔ ماحول کا سناٹا اس پر وہشت کی کیفیت طاری کر دیتا، لیکن ہر مرتبہ وہ اپنے حوصلہ کو قائم رکھتی یہاں تک کہ چوتھے روز عین عالم انتظار میں اس کے کانوں سے بارہا کا سنا ہوا نغمہ ٹکرایا:۔

آتا ہے طوفان، آنے دو
بادل گرجیں، بجلی کڑکے،
موجیں تڑپ کر گزریں سر سے،
میرا سفینہ پار لگے گا
پار لگے گا میرا سفینہ،
قسمت میری ساتھ ہے میرے
میری قسمت —— میری ہمت، میرے بازو، میرا جوش،
آتا ہے طوفان آنے دو ——

وہی جانی پہچانی آواز

(۴)

کیمپوں میں کام بند ہوگیا ،

بل کھاتی ہوئی لہروں کی طرح لوگوں کے قافلے مشرق کی طرف جا رہے تھے ، چلے جا رہے تھے ، رواں دواں اس امید میں بڑھ رہے تھے کہ وہاں روزگار ملے گا ، آسودگی حاصل ہوگی ، عافیت کی زندگی بسر کرنے کا موقع ملے گا ۔ کوئی چھکڑے پر سوار ہے ، کوئی گھوڑے پر ، کوئی پیدل جا رہا ہے ، لیکن سب ایک ہی دھن میں مست ، ایک نئی منزل کی طرف بڑھ رہے تھے ، کسی آباد بستی کی طرف ۔

آواز میں وہی امنگ، وہی ترنگ، وہی جوش، وہی ولولہ، جو صرف چارلز کا حصّہ تھا ——— وہ اپنے سفر سے واپس آ گیا تھا۔

آواز کی رندانہ سرمستی سے کیتھرائن نے اندازہ کیا، چارلز کامیاب واپس آیا ہے اور اب پانچ سال کی مدّت میں ہم اس گھر کے، اس زمین کے مالک ہو جائیں گے۔

ہمارا گھر! ——— ہمارا اپنا گھر!

کیمپ میں اب کوئی نہیں رہ گیا تھا۔

ٹھٹھرا دینے والی سرد ہواؤں کے جھکڑ میں کیتھرائن سامان باندھنے میں چارلز کی مدد کرتی رہی، یہ رات دن دونوں نے چھکڑے میں گزارے جس پر کینوس کی ایک چادر منڈھ لی تھی، دوسرے دن صبح صبح چارلز نے تھان پر سے گھوڑوں کو لا کر چھکڑے میں جوتا، اور مغرب کی طرف چل دیے اپنی نئی منزل کی طرف،

کیمپ پر تاریکی مسلط تھی، جہاں ہر وقت روشنی جگ مگ جگ مگ کرتی رہتی تھی، اب وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا، صرف کچھ کارندے لالٹین ہاتھ میں لیے جلدی جلدی کمپنی کی چیزیں سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے، تاکہ انھیں اپنے چھکڑوں میں لاد کر مشرق کی طرف خود بھی روانہ ہو جائیں، چلتے چلتے چارلز ذرا کے ذرا ٹھہرا کہ ان پرانے ساتھیوں اور کارکنوں کو الوداع کہہ دے۔

مسز بکر نے یہ معلوم کر کے بہت پیچ و تاب کھایا کہ چارلز اور کیتھرائن سردی کے دن گزارنے کے لیے باہر نہیں جا رہے ہیں — یہ ایک موٹی تازی اور بھاری بھرکم عورت تھی۔ بالوں کی تراش بالکل مردوں کی سی تھی۔ وہ چارلز کے سامنے کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئی۔

" لڑکے کچھ دیوانہ ہوا ہے؟ یہ چلے کے جاڑے اور تو کیتھرائن

کو یہیں رہنے پر مجبور کر رہا ہے، اس حالت میں زچگی ہوئی تو وہ زندہ بچ سکے گی؟ کیوں بیچاری کی جان لینے پر تُلا ہُوا ہے۔"

چارلز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نے اسے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کیا ہے، وہ مجھے یہاں رہنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

لیکن دل ہی دل میں مسز بکیہ کی باتیں سُن کر سہم گیا، اس نے یہ کبھی نہیں سوچا تھا کہ زچگی بھی کوئی خطرناک اور جان لیوا چیز ہو سکتی ہے لیکن مسز بکیہ کی باتیں سن کر اس کا دل دہل گیا، اور اس نے سوچا کیتھرائن سے زیادہ قیمتی چیز کوئی نہیں ہے، ہر منفعت اور متوقع کامرانی پر خاک ڈالو، نہیں کیتھرائن یہاں نہیں رہے گی، اسے کسی خطرہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا، ان جانے والوں کے نقش قدم پر مجھے بھی روانہ ہو جانا چاہیئے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ الھڑ اور ناتجربہ کار لڑکی ایسے مقام پر جہاں نہ کوئی آدم ہے، نہ آدم زاد، بالکل تنہا چھوڑ دی جائے۔

کم از کم میں تو ایسا کسی قیمت پر نہیں کر سکتا۔

وہ تنہا کس طرح بسر کرے گی؟ اسے اس جگہ رہنا چاہیئے جہاں کچھ لوگ ہوں، جو ایک دوسرے سے ملیں، جی بہلے، باتیں ہوں،

ضرورت ہو تو ایک دوسرے کے کام آئیں۔

کیتھرائن بھی مسز بیکر کی یہ باتیں سن رہی تھی، وہ بھی کچھ سوچ رہی تھی، لیکن اس کے خیالات اور چارلز کے خیالات میں کوئی مطابقت نہ تھی۔ اسے فکر تھی تو صرف گھر کی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر ہم یہاں سے چلے گئے تو یہ گھر پھر ہمیں نہیں ملے گا۔ کوئی موقع پرست اسے اپنے نام منتقل کرائے گا، واپس آنے کے بعد اگر ہم نے اسے واپس لینے کی کوشش کی تو نوبت کشت و خون کی آجائے گی اور ممکن ہے —— ممکن ہے اس جنگ میں چارلز کی جان پر بن آئے، اسے قتل کر دیا جائے۔

وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر کانپ اٹھی، اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ چارلز کے لیے کوئی خطرہ نہیں پیدا ہونے دے گی۔ وہ چٹان کی طرح یہیں جمی رہے گی۔ نہیں جائے گی یہاں سے۔ خدا یہاں بھی ہے، وہاں بھی۔

چارلز اور مسز بیکر میں باتیں ہوتی رہیں، کیتھرائن خاموشی کے ساتھ سنتی رہی، اس نے کوئی مداخلت نہ کی۔ البتہ اس کی نظریں اس چقندر کی طرح سرخ اور سر جھاڑ منہ پھاڑ عورت پر لگی ہوئی تھیں۔ کیتھرائن کی نظروں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے مسز بیکر ایک عورت نہیں نہ جانے

کیا بلا تھی۔

آخر وہ خاموش نہ رہ سکی، اس نے اپنی سحر طراز اور شیریں آواز میں کہا،

"اچھا مسز بکر خدا حافظ ——— ہم اب جائیں گے، دیر ہو رہی ہے۔"

اب چارلز کے لیے اس کے سوا چارہ کار نہ رہا کہ چھکڑا ہانک کر آگے بڑھے، لیکن اب بھی اس کا دل واپس جانے کے لیے مچل رہا تھا وہ اس نئے اور تنہا مکان میں، ایک سنسان اور ویران مقام پر کیتھرائن کو رکھنے پر تیار نہیں تھا، سخت پیچ و تاب کے عالم میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔

کیتھرائن نے چارلز کی ذہنی کشمکش اور اضطراب کا اندازہ کیا، اور کسی تمہید کا آغاز کیے بغیر کہا،

"زچگی تو ایک قدرتی اور فطری چیز ہے، اس سے کیا گھبرانا؟"

پھر اس نے دل دہی اور تسلّی کے لہجے میں چارلز کو مخاطب کیا،

"ہم اپنے گھر میں کسی دوسری جگہ کے مقابلے میں زیادہ آرام سے رہ سکیں گے۔"

لیکن اس دلیل سے چارلز کی تشفی نہ ہوئی، اس نے کہا،

"لیکن تنہائی؟ ——— وہاں نہ کوئی بات کرنے والا ہو گا،

نہ کام کرنے والا!"

وہ ایک شانِ استغنا کے ساتھ گویا ہوئی۔

"میں تنہائی سے ڈرتی نہیں، اسے مرغوب رکھتی ہوں اور خاص کر زچگی کے وقت کسی دوسرے کی موجودگی پسند بھی نہیں کرتی۔"

لیکن واپس نہ جانے کا جو اصل محرک تھا، —— یعنی یہ کہ اگر ہم نے اپنے نئے مکان پر قبضہ نہ کیا تو کوئی دوسرا کرلے گا، جس سے ممکن ہے نوبت کشت و خون تک پہنچ جائے اور چارلز کی جان خطرے میں پڑ جائے، —— اس کا ذکر گول کر گئی، وہ جانتی تھی، چارلز بہادر اور دلیر آدمی ہے، وہ خطرات سے بھاگتا نہیں، انھیں دعوت دیتا ہے، ایسی بات کرنا فتنہ انگیزی ہے۔

آخر چارلز کو کیتھرائن کے آگے سر جھکانا پڑا۔ اس نے دیکھا کہ جب یہ کسی طرح نہیں مانتی تو پھر اب زور دینا اور اصرار کرنا بیکار ہے۔ راضی برضا ہو جانا ہی بہتر ہے،

سارا دن یہ چھوٹا سا قافلہ جو صرف دو آدمیوں پر مشتمل تھا، چلتا رہا راستے میں کسی سے مڈبھیڑ نہ ہوئی، البتہ بہت دور جانے کے بعد ایک سوار نظر آیا، لیکن جلد ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کیتھرائن کے دل میں خیال آیا، کہیں یہ کوئی قزاق یا رہزن نہ ہو، جن کی اس طرف خاصی کثرت

تھی اور جن کے بارے میں طرح طرح کے افسانے مشہور تھے،

کچھ اور آگے بڑھنے کے بعد چارلز نے اشارہ کیا تو کیتھرائن کو ایک بھینس کیچڑ کی دلدل میں لوٹتی پوٹتی نظر آئی، ذرا اور آگے بڑھے تو ایک بھیڑیا کلانچیں بھرتا نظر آیا۔

قافلہ چلتا رہا!

طرح طرح کے مناظر، نظروں کے سامنے سے گزرتے رہے۔ آخر ——— آخر ایک چشمے کے کنارے آکر گھوڑے رک گئے۔

چارلز نے کہا،

"لو بھئی آخر ہم یہاں پہنچ گئے، بس اب یہیں ڈیرہ جمائیں گے!"

کیتھرائن نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، چارلز نے اسے اُترنے میں مدد دی۔ ایک ساتھ ہی دونوں کی نظر چشمے کے پانی پر گئی، جو نیچے بڑی روانی کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ چارلز نے کیتھرائن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خوشی سے بے قابو ہو کر ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا، چشمے کا ذکر اب تک اس نے کیتھرائن سے نہیں کیا تھا۔ اسے ایک راز کی طرح چھپایا تھا کہ بے سان گمان وہ دیکھے اور متحیر رہ جائے، اتنی بڑی نعمت کا قدرت کی طرف سے یوں ہی مل جانا بہت بڑی خوش قسمتی تھی، اس بیچاری کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ نئی قیام گاہ کے

پاس ایک قدرتی چشمہ بھی بہتا ہے۔ اس نعمت نے انھیں کتنی محنت سے بچالیا۔ یہ نہ ہوتا تو لامحالہ کنواں کھودنا پڑتا اور اس سلسلہ میں طرح طرح کی کٹھنائیاں برداشت کرنا پڑتیں۔

چارلز نے محبت بھری نظروں سے کیتھرائن کی طرف دیکھا اور پوچھا،

"اچھا بھئی اس چشمے کا نام کیا تجویز کرتی ہو؟"

کیتھرائن مسکراتی ہوئی بولی،

"آپ ہی تجویز کیجئے۔ میں اسے منظور کر لوں گی!"

دونوں ہنسنے لگے، پھر چارلز نے کہا،

"اس کا نام "حوضِ شراب" کیوں نہ رکھ دیں؟"

کیتھرائن نے تیوری چڑھا کر کہا،

"بے پیئے بہکی بہکی باتیں کرنے لگے؛ "حوضِ شراب" کس مناسبت سے آپ نے نام تجویز کیا؟"

چارلز نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیتھرائن نے دیکھا پاس ہی تین درخت سوکھے کھڑ ماٹک کھڑے ہیں نہ پتیاں، نہ کونپل، نہ زندگی کے آثار جیسے پالا مار گیا ہو، کیتھرائن نے دوبارہ سوال کیا۔

"آخر آپ کا مطلب کیا ہے؟"

چارلز نے جواب دیا۔

"انتہائی ذہین ہونے کے بعد بھی جب بیوقوفی کی بات کرتی ہو تو حیرت ہوتی ہے، ارے بھئی یہ انگور کے درخت ہیں ———— اس وقت یہ بے جان اور بے روح نظر آرہے ہیں، ذرا موسم بہار آنے دو، پھر دیکھنا ان کی حیات آفریں زندگی کی کارفرمائیوں کو!"

کیتھرائن نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"تو ان کی کشش لائی ہے آپ کو، بہت خوب"

چارلز نے بھی اس طنز لطیف سے پورا پورا لطف لیا، پھر مسکراتا ہوا بولا،

"میں نے تو یونہی ایک سخن گسترانہ بات کہہ دی، ورنہ جانتی ہو، شراب سے مجھے کچھ ایسی دلچسپی نہیں۔ بس ایک آدھ جام پی لیا، نہیں تو نہ سہی"

کیتھرائن نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، کیوں نہیں! ———— بڑے نیک ہیں آپ تو!"

پھر چارلز کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتی ہوئی بولی،

”آئیے، ذرا دیکھیں تو سہی آپ کے ”حوضِ شراب“ کو پاس سے۔“

چارلز نے آگے بڑھتے ہوئے کہا، ”کیوں نہیں —— آؤ۔“

(۵)

چارلز کیتھرائن کو لے کر اترا اور بہت جلد چشمے کے کنارے پہنچ گیا۔ یہیں پر وہ چھوٹا سا گھر تھا، جو چارلز نے حاصل کیا تھا۔ چشمے کے کنارے چلتے چلتے ذرا دور جا کر یہ جگہ آجاتی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا لیکن صاف ستھرا گھر تھا۔ ضرورت کی تمام چیزیں چارلز نے کیتھرائن کو یہاں لانے سے پہلے ہی مہیا کر لی تھیں۔ زیادہ تر وہ چیزیں تھیں جو اس نے اس گھر کے سابق مالک سے خرید لی تھیں۔ برف باری کے وقت بھی اسے کوئی خطرہ نہیں تھا، چونکہ چھت ڈھلوان پر تھی اور گھر کے سامنے ایک لگر سی چٹان کی نکلی ہوئی تھی، جس سے

بڑی آسانی کے ساتھ برف صاف کیا جا سکتا تھا۔ اس گھر میں ایک بڑا کمرا تھا، جسے گودام سمجھنا چاہیئے۔ تمام چیزیں یہاں بہ حفاظت رکھی جا سکتی تھیں۔ فرش پختہ اور ہموار تھا۔ دو کمرے رہنے کے لیے تھے۔ دیوار میں روشن دان بنا ہوا تھا جس پر ایک روغنی کاغذ چڑھا دیا گیا تھا کہ دھوپ کے وقت ہٹا لیا جائے، بارش یا برف باری کے وقت لگا دیا جائے۔ ذرا ہٹ کر گھوڑوں کے لیے اصطبل بھی موجود تھا۔ سامنے بہت بڑا گیاہستان تھا۔ لمبی لمبی گھاس کے بڑے بڑے تختے حدِ نظر تک پھیلے ہوئے تھے، یہ چھوٹا سا گھر اس مختصر سے کنبے کی ضروریات کے لیے بالکل کافی تھا۔

گھر کی ایک ایک چیز رکھ چکنے کے بعد چارلز نے کیتھرائن سے پوچھا۔

"پسند آیا یہ گھر تمھیں؟"

کیتھرائن مسکراتی ہوئی بولی،

"کیوں نہ پسند آتا، آخر اپنا گھر ہے ——— اور پھر کتنے اچھے موقع پر، یہاں تو خواہ مخواہ رہ پڑنے کو جی چاہتا ہے۔"

چارلز نے اپنی آنکھیں کیتھرائن کے خوب صورت چہرے پر جما دیں۔ پھر اسے آغوش میں لے کر کھلکھلا پڑا۔ وہ اس وقت

بہت خوش تھا۔

خوشی کی بات یہ تھی کہ سامنے حدِ نظر تک گھاس ہی گھاس نظر آتی تھی۔ یہاں کوئی درخت نہیں تھا، جنگل نہیں تھا، خوش نما مناظر نہیں تھے آبادی نہیں تھی، لیکن یہ گھاس کسی کی ملکیت نہیں تھی، گھوڑوں کے لیے ہمہ وقت کی غذا قدرت نے خود بخود مہیّا کر دی تھی، اسے چولھے میں جلا کر کھانا بھی پکایا جا سکتا تھا، سردی کی راتوں میں اسے جلا کر ہاتھ بھی تاپے جا سکتے تھے، اور بھی بہت سی ضرورتیں اس سے پوری کی جا سکتی تھیں۔ زمین کا ایک بہت بڑا قطعہ محنت کے لیے موجود تھا، اگر ڈٹ کر محنت کر لی جائے تو چاندی ہی چاندی ہے، یہ زمین بھی اپنی یہ گھر بھی اپنا ——— بس صرف پانچ سال تک استقلال سے جمے رہنے اور ہمّت نہ ہارنے کی ضرورت تھی۔

یہاں برف باری کا طوفان زور شور سے آتا تھا اور کئی کئی دن تک رہتا تھا، گھر سے نکلنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہوتا تھا، گھر میں بیٹھ کر بھی جان کے لالے پڑ جاتے تھے، برف کے طوفان کی پیشوائی کے لیے پورے طور پر چارلز اور کیتھرائن تیار تھے، ضرورت کی تمام چیزیں اُنھوں نے مہیّا کر لی تھیں اور ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے جملہ وسائل مہیّا تھے ——— اصطبل میں گھوڑوں کو گرم رکھنے کا

انتظام کر لیا گیا تھا، موسم بہار آنے تک قریب کی دلدل کی گھاس اور خودرو جو کا کافی ذخیرہ چارہ کے طور پر کافی فراہم ہو گیا تھا، یہ سب چیزیں اتنی وافر مقدار میں چارلز نے جمع کر لی تھیں کہ ہر چیز کا ڈھیر سر سے اونچا ہو گیا تھا۔

خاموشی، سکون اور عافیت کے ساتھ دن گزر رہے تھے جس دن موسم خوشگوار ہوتا، چارلز اپنی بندوق لے کر نکل جاتا اور کچھ نہ کچھ شکار کر کے ضرور لاتا۔ کیتھرائن شکار کو ذبح کرتی اور پھر پکانے بیٹھ جاتی اور دونوں مل کر کھاتے جاتے، اور دنیا جہان کی باتیں کرتے رہتے۔

گھر سے نکلتے وقت ایسا بھی ہوتا کہ موسم خوشگوار ہوتا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جھکڑ چلنے لگتے، برف کا طوفان آ جاتا، ہر چیز کہر میں چھپ جاتی اور کچھ بھی نظر نہ آتا، ایسے موقعوں کے لیے چارلز نے ایک رسی گھر کے راستہ سے لے کر کھلیان تک پھیلا رکھی تھی۔ برف کے شدید طوفان میں یہ بڑی مددگار ثابت ہوتی تھی، راستہ نہ بھولنے دیتی اور وہ بڑی آسانی سے طوفان کے عالم شباب میں بھی اپنے گھر خیریت کے ساتھ پہنچ جاتا۔

جب تک چارلز گھر سے باہر رہتا، چاہے روز روشن ہو یا طوفان باد و باراں، کیتھرائن پر عجیب طرح کی بے کلی سی طاری رہتی

جب وہ اسے آتا دیکھتی تو پھول کی طرح کھل جاتی۔ ساری کلفت اور پریشانی فوراً رفع ہو جاتی۔

یہ دن بڑے مزے میں گزر رہے تھے۔

طوفان کے دنوں میں چارلز اپنے جوتوں پر پالش کرتا، کپڑوں پر استری کرتا، بندوق کو صاف کرتا، ضرورت ہوتی تو اسے تیل بھی دیتا رات کو تاپنے اور گھر گرم رکھنے کے لیے دلدل کی گھاس کے ذخیرے میں برابر اضافہ کرتا رہتا۔ کام کرتا رہتا اور سیٹیاں بجاتا رہتا یا نغمہ طرازی میں مشغول رہتا۔ کیتھرائن بھی بیکار نہ بیٹھتی۔ گھر کا کوئی کام نہ ہوتا تو پھر اطمینان سے سینے پرونے بیٹھ جاتی۔ سیتی جاتی اور دل ہی دل میں کچھ سوچ سوچ کر مسکراتی جاتی، کبھی چارلز کی کسی حرکت پر بے ساختہ ہنس پڑتی۔

البتہ اتوار کے دن چارلز اور کیتھرائن کوئی کام ہرگز نہ کرتے۔ یہ دن صرف تفریح کا تھا ——— یا پھر عبادت اور مطالعے کا۔

چارلز کو خود پڑھتے ہوئے کچھ تکلف سا ہوتا تھا، وہ چپ چاپ بیٹھ جاتا اور کیتھرائن اسے بائیبل سنانے لگتی، جسے بڑے شوق اور محویت سے وہ سنتا رہتا، اس سے فارغ ہونے کے بعد نظم کی کوئی کتاب اٹھا لیتی اور ٹینی سن یا کسی دوسرے شاعر کے منتخب اشعار

سنانے لگتی، شعر سے خاص طور پر چارلز کو مناسبت تھی۔ کیتھرائن جب اشعار اور نظمیں سناتی تو بھی بڑی یکسوئی سے وہ سنتا رہتا، —— بعض اوقات تو سنتے سنتے وہ سر بھی دھننے لگتا، ان کاموں سے فارغ ہو کر کیتھرائن کھانا پکانے بیٹھ جاتی، اسے مصروف دیکھ کر چارلز بھی اپنے لیے کوئی نئی مصروفیت پیدا کر لیتا اور اسی وقت تک اس میں منہمک رہتا جب تک کھانا تیار نہ ہو جاتا اور کیتھرائن آواز دے کر اسے نہ بلاتی۔

(۶)

فروری کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔

برف باری نے ہوا کو اتنا سرد اور یخ بنا دیا تھا کہ خود ہوا کا چمکتا ہوا ایک حصہ معلوم ہوتی تھی۔ یہ سنسان دنیا جس میں چارلز اور کیتھرائن رہتے تھے، برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ کیتھرائن کے پاؤں بھاری تھے۔ زچگی کے دن قریب آرہے تھے۔ کبھی کبھی سانس بھی مشکل سے آتی تھی، بدن کچھ بھاری ہو گیا تھا، لیکن چارلز کی سرگرمیاں صرف باورچی خانے اور گودام تک محدود تھیں وہ زیادہ دیر تک اس حالت میں اسے تنہا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ چارلز کی موجودگی میں بھی پتا کھڑکتا اور وہ چونک جاتی

وہ کچھ خوف زدہ سی رہنے لگی تھی۔

اس نے وہ تمام باتیں یاد کرنے کی کوشش کی جو زچگی کے بارے میں اس نے سن رکھی تھیں، یہ بہت تھوڑی سی باتیں تھیں۔ وقت ضرورت کے لیے ان کا یاد رکھنا ضروری تھا۔

کیتھرائن اپنی خوشی سے اس سنسان اور ویران مقام پر آئی تھی۔ اس چھوٹے سے گھر کو اس نے اپنی دنیا بنا لیا تھا، لیکن آج کل کچھ زیادہ ہی اسے ماں کی یاد ستا رہی تھی، وہ چاہتی تھی بچہ پیدا ہونے کے وقت وہ اس کے پاس موجود رہے، لیکن اس جذبہ کو ایک راز کی طرح اس نے چارلز سے چھپایا تھا، وہ اسے پریشان کرنا نہیں چاہتی تھی۔

آخر ایک روز سہ پہر کے وقت دردِ زہ شروع ہوا، اس حالت میں بھی اس نے چارلز کے لیے دو تین وقت کا کھانا پکا کر رکھ دینا اپنا فرض خیال کیا، کیونکہ اب وقت آ رہا تھا کہ وہ کچھ عرصے تک چولھے کے قریب نہ پھٹک سکے گی۔ چارلز بھوکا رہے، یہ اسے منظور نہ تھا وہ اس کے لیے ہر تکلیف خوشی سے جھیل سکتی تھی۔ اتفاق سے چارلز اس وقت گھر پر موجود نہ تھا۔ وہ ایندھن کے لیے گھاس کاٹ رہا تھا۔ حسب عادت اس مصروفیت میں گنگناتا بھی جا رہا تھا۔ کیتھرائن کے کانوں میں اس کی زندگی سے بھرپور اور محبوب آواز آ رہی تھی۔ ایک طرف درد کی شدت

بڑھتی جارہی تھی، دوسری طرف وہ جلدی جلدی اپنا کام ختم کرنے کے درپے ہورہی تھی۔

اب درد نے اور زیادہ شدت اختیار کرلی تھی۔ وہ محسوس کررہی تھی کہ درد بڑھتا ہی جارہا ہے، لیکن اس نے دانت جمالیے، ہونٹ بھینچ لیے۔ اس نے فیصلہ کرلیا تھا چیخ کی آواز ہرگز بلند نہیں ہونے دے گی، وہ چارلز کو حواس باختہ اور ہراساں نہیں کرنا چاہتی تھی، نہایت خاموشی کے ساتھ درد کی مصیبت جھیل رہی تھی۔

چارلز آگیا، لیکن کیتھرائن نے اسے یہ نہیں بتایا کہ درد ناقابل برداشت ہوتا جارہا ہے۔ بہت سرسری طور پر اس کا ذکر کرکے خاموش ہوگئی۔ جب دونوں کی آنکھیں ملتیں، وہ مسکرانے کی کوشش کرتی، جب کسی طرح بس نہ چلا تو اس نے چارلز کو زور سے پکڑ لیا اور بے سدھ ہوکر اسے دیکھنے لگی، چارلز نے صورت حال کی نزاکت کا پورا پورا احساس کرلیا، وہ بے بس تھا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے! وہ نہایت بے کل تھی، لیکن اب تک اس کے ہونٹ آہ و فغاں سے آشنا نہیں ہوتے تھے، چارلز بار بار اس کے چہرے سے پسینہ پونچھتا تھا۔ وہ ذرا دیر مچھلی کی طرح تڑپی اور پھر ایک ننھے سے بچے کی ماں بن گئی۔ ساری رات اسی کشمکش اور نزع کی سی کیفیت میں گزارنے کے بعد صبح ہوتے ہوتے کچھ آرام محسوس کیا۔

کچھ عرصے تک تو اس کی یہ کیفیت رہی کہ آنکھ کے ڈھیلے اتنے بھاری ہو گئے تھے کہ نظر اٹھا کر دیکھنا بھی ممکن نہ تھا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت دُور ہو گئی، اس نے آنکھ اٹھائی اور چارلز کا چہرہ تکنے لگی اس کی چشم میگوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔

چارلز یہ سوچ کر کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے جھکا اور کان اس کے منہ کے پاس لے جا کر محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتا ہوا سرگوشی کے انداز میں گویا ہوا۔

"کیتھرائن! کچھ کہنا چاہتی ہو تم؟ بتاؤ میں سن رہا ہوں، ہمت نہ ہارو، حوصلہ قائم رکھو، اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کر دی ہے"

کیتھرائن نے نحیف اور کمزور آواز میں رک رک کر پوچھا،

"بچہ کا حال کیسا ہے؟"

کیتھرائن نے یہ سوال اس لیے کیا تھا کہ شاید بچے کے ذکر سے چارلز کے ہونٹ تبسم آشنا ہو جائیں، کتنی دیر سے وہ فکر مند اور پریشان نظر آ رہا تھا وفورِ جذبات سے چارلز کچھ کہہ نہ سکا ہچکیاں لینے لگا، کیتھرائن نے جو اسے روتے دیکھا تو سمجھی بچہ مر گیا، وہ بھی رونے لگی، لیکن چارلز نے اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بچہ بالکل اچھا ہے۔ موٹا تازہ، ہٹا کٹا، لیکن کیتھرائن تم، آہ، تم نے کتنی تکلیف اٹھائی!"

کیتھرائن کے آنسو خشک ہو گئے، اس نے اپنے کمزور اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے آنسو پونچھے اور بولی،

"میں خوش ہوں!"

اس وقت کیتھرائن کی عمر سترہ سال کی تھی اور عین سالگرہ کے دن قدرت کے ایک قیمتی تحفے کے طور پر یہ بچہ پیدا ہوا، کیتھرائن کو یہ بات یاد بھی نہیں تھی کہ آج اس کی سال گرہ کا دن ہے۔ بائبل پر چارلز نے جب تاریخ پیدائش لکھی تو اس کے دل میں یہ خیال آیا۔ اس نے محبت بھری نظروں سے اپنے بچے کو دیکھا۔ اس کے نقش چارلز سے ملتے جلتے تھے، اسے امید تھی کہ ایک دن یہ بھی میری طرح بانکا، سجیلا نوجوان بن جائے گا۔

دفعتًہ چارلز نے پوچھا۔

"اس لڑکے کا نام بھی کچھ سوچا تم نے؟"

کچھ سوچتے ہوئے کیتھرائن بولی۔

"ہمارے بچے کا نام ہے چارلز جان!"

جان، یہ نومولود بچہ موٹا تازہ، تندرست اور بڑا ہنس مکھ تھا، رونا

تو جیسے اسے آتا ہی نہ تھا۔ جو کام کسی کو نہ آتا ہو، وہ چارلز اسے سکھادیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے کوشش کی کہ جان رونا سیکھ لے، کبھی چٹکیاں لیتا، کبھی الٹا لٹکاتا، کبھی دونوں ہاتھوں میں لے کر سر سے اونچا کرتا، کبھی اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر گھماتا، لیکن یہ جان اتنا ڈھیٹ تھا کہ ان سب باتوں کے باوجود نہ صرف یہ کہ روتا نہیں تھا، بلکہ چارلز سے جب نظر ملتی تو مسکرانے لگتا۔ گویا اپنے باپ کو شکست فاش دینے کا اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

اور آخر کار چارلز ماں کی گود میں اسے پھینکتا ہوا کہہ اٹھتا۔

"بابا ہم ہارے، تم جیتے"

کیتھرائن جان کا بڑا خیال رکھتی تھی۔ ہر وقت اسے کلیجے سے لگائے رکھتی۔ اسے نہلاتی، اس کے کپڑے دھوتی —— اس پانی سے جو برف کی صورت اختیار کر چکا تھا اور جسے چولھے پر رکھ کر کھولائے بغیر کام میں لانا ممکن نہ تھا۔ سارے کاموں سے فارغ ہو کر اطمینان سے جب وہ جان کو گود میں لے کر بیٹھتی تو خوشی سے بے قابو ہو جاتی اور پھر یک بیک خوفزدہ سی نظر آنے لگتی، جیسے اتنی بڑی نعمت کی وہ سزاوار نہ تھی۔ کہیں یہ چھن تو نہ جائے گی!

(۷)

اب موسم بہار کی آمد آمد تھی۔

برف پگھل چکی تھی، وہ چشمہ جسے برف باری نے منجمد کر دیا تھا، اب پھر بل کھاتا، مچلتا، شور مچاتا تیزی کے ساتھ بہنے لگا تھا۔ بالکل کیتھرائن کے گھر کے پاس سے۔ چند ہی روز میں خشک اور بے گیاہ زمین کے ٹکڑے سبزہ زار کی صورت میں نظر آنے لگے۔ جنگلی پھول بھی کھل اُٹھے، ان کی خوشبو مشامِ جان کو معطر کرنے لگی۔ انگور کے درخت بھی برگ و بار لے آئے، گھر کا وہ دروازہ جو برف باری کے زمانے میں ہمیشہ بند رہتا تھا اب ہر وقت کھلا رہنے لگا، سہ پہر کو کیتھرائن ننھے جان کو گود میں لے کر

ٹہلتے نکل جاتی۔ ٹہلتے ٹہلتے اس کھیت تک پہنچ جاتی جو چارلز کی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔

بہار کے آتے ہی رت بدل گئی، سما بدل گیا، اس ویرانے میں زندگی کی رمق آنے لگی۔ نیلا آسمان اپنی پوری سحر طرازی کے ساتھ ستاروں کی چادر اوڑھ کر پھر جگ مگ کرنے لگا۔ مرغابیوں اور ہنس کے قافلے پرواز کرتے ہوئے آتے اور گزرتے چلے جاتے، جیسے یہ جگہ سفر کی درمیانی جگہ تھی۔ یہاں ذرا دیر سستاتے اور پھر پرواز کناں شمال کی طرف بڑھ جاتے۔ اس مرتبہ انھوں نے گزشتہ سالوں کے برعکس قیام نہیں کیا کیونکہ پہلے زمین کا یہ پورا لمبا چوڑا قطعہ ان کی ملکیت تھا، لیکن اب کی انھوں نے کچھ نئی چیزیں دیکھیں۔ چھکڑے، گھوڑے کچھ نئی آوازیں سنیں۔ آدمیوں کی باتیں، کدال کی آواز۔

اس زمانے میں ریل کا ایک چھوٹا سلسلہ ان اطراف میں جاری تھا، لیکن قریب ترین ریلوے اسٹیشن کینفرا اُن کے گھر سے دس میل کے فاصلہ پر تھا، بہار کے آتے ہی لوگوں کے قافلے اس ویرانے میں ایک نیا شہر بسانے کا جذبہ لے کر آنے لگے اور انھوں نے آتے ہی تعمیر کا کام شروع کر دیا، امید تھی کہ آئندہ سال ٹرین اس نئی بستی تک پہنچ جائے گی پھر اور زیادہ سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔ جسے جہاں جگہ ملتی، اینٹیں فراہم

...SLIM GIRLS SCHOOL,
DELHI COLONY, KARACHI

کرتا اور مکان بنانے لگتا۔ ہر چھ میل، چار میل اور تین میل کے فاصلہ پر چھوٹی چھوٹی بستیاں مختصر سے مکانوں کے ساتھ بننے لگیں۔ کیتھرائن اور چارلز اس چہل پہل کو دیکھ کر بہت خوش تھے، اس لیے اور زیادہ خوش تھے کہ سب سے پہلے وہی یہاں آئے اور بڑے موقع سے زمین اور گھر کا انتظام کر لیا۔ برفباری کے زمانے میں وہ بڑا سا کھیت جو چارلز کے قبضے میں تھا بالکل ناہموار ہو گیا تھا۔ چارلز نے پچاس ایکڑ کے اس رقبہ کو پھر سے کھودا، ہموار کیا، گیہوں کے بیج ڈالے، فصل بوئی اور اس دن کا انتظار کرنے لگا جب یہاں لہلہاتے ہوئے کھیت اُگیں گے، وہ ان کا مالک ہو گا، اس علاقے میں گندم کی پیداوار کا شرف سب سے پہلے اسی کو حاصل ہو گا۔

زندگی کی اس چہل پہل کے ساتھ ساتھ ہنگاموں اور قتل و غارت کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ اسی بستی کے جنوب میں ایک آدمی کو ان لوگوں نے جو زمین اور مکان حاصل کرنے میں ناکام رہے تھے، قتل کر دیا اور اس کے گھر پر قبضہ کر لیا، کیونکہ سردی کا موسم گزارنے کے لیے وہ مشرقی علاقے میں چلا گیا تھا۔ جب واپس آیا تو ان ناخواندہ مہمانوں سے مکان خالی کرانے کی کوشش کی۔ بات بڑھی اور نوبت قتل تک پہنچی۔ لوگ یہاں بسنے تو لگے تھے، لیکن ابھی تک کسی طرح کا نظم

وانتظام نہیں تھا۔ نہ کوئی قانون تھا، نہ حکومت، نہ پولیس تھی، نہ حوالات۔ ایک دفعہ گشتی سپاہیوں کے ایک دستہ نے غاصبوں کے ایک گروہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی، تعاقب بھی کیا، لیکن وہ مغرب کی طرف بھاگ گئے اور ہاتھ نہ آئے، یہ خبر سن کر کیتھرائن نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں مسز بیکر کی بات مان لیتی اور سردی گزارنے کہیں باہر چلی جاتی تو آج جو آدمی قتل ہوا ہے، ممکن ہے وہ چارلز ہوتا ——— او میرے اللہ! تیرا شکر ہے، تو نے کتنی ہولناک مصیبت سے مجھے بچا لیا، چارلز، میرا چارلز زندہ ہے۔

مئی کے مہینے میں ایک صبح چارلز زمین کے ایک نئے قطعے میں آلو بو رہا تھا۔ اس کی گیہوں کی فصل تقریباً تیار تھی۔ کیتھرائن بھی وہیں موجود تھی۔ چارلز نے اس سے کہا۔

"اب ہمارے پڑوس میں کچھ لوگ آکر بسنے والے ہیں، تمہیں تنہائی کی شکایت نہ رہے گی۔"

دوسرے روز آلو بونے کا سلسلہ اس نے پھر شروع کیا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ آگے بڑھا تو اسے کچھ نئے لوگ آتے نظر آئے۔ وہ خوش ہوا کہ ان پڑوسیوں سے خوب پٹے گی، لیکن اور آگے بڑھ کر جب ان سے ملا اور باتیں ہوئیں تو یہ معلوم کر کے اسے بڑی مایوسی ہوئی کہ یہ لوگ

سویڈن کے نو آباد ہیں اور انگریزی اچھی طرح نہیں بول سکتے، لیکن بہر حال —— باہمی مرومان بابدیساخت ——،
چند ہفتے گزر گئے۔

ایک روز رات کے کھانے کے وقت مسٹر سیونسن تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا، چارلز نے گرم جوشی سے ان کا خیر مقدم کیا، اور اندر آنے کی دعوت دی، لیکن سر ہلا کر اندر آنے سے انھوں نے انکار کر دیا، دہلیز پر ستون کی طرح کھڑے رہے، یہ ایک کشیدہ قامت انسان تھے، کپڑے میلے کچیلے، بیکار بھی اور بے معاش بھی، ابھی تک انھیں کوئی زمین نہ ملی تھی۔ چہرہ زرد، آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے، بھرائی آواز میں کہا۔

"ہم دونوں میاں بیوی بالکل تنہائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔"
اس نے کیتھرائن کی طرف دیکھتے ہوئے درد بھری آواز میں کہا۔
"اگر آپ کی بیوی کچھ دیر کے لیے ہمارے گھر آجایا کرے، تو میں بہت شکر گزار ہوں گا۔"

چارلز نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔
"ضرور، ضرور، کیتھرائن بھی اور میں بھی آپ کی ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں، ہم ضرور آئیں گے۔"

کے لیے بھی اس کے مسکراتے ہوئے چہرے میں فرق آیا ہو۔ کیتھرائن اس مدت میں مسز سیونسن کی استانی بھی بن گئی۔ کئی انگریزی کے لفظ اسے رٹا دیے اور وہ شاگردانہ مستعدی کے ساتھ بار بار انھیں دہراتی رہی۔

مسز سیونسن کو ننھا جان بھی بہت پسند آیا۔ پہلے تو وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھتی رہی، پھر اس سے ذرا علانیہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ اس کے منہ کے پاس ہاتھ لے جاکر چٹکی بجائی، بچہ مسکرانے لگا۔ مسز سیونسن نے لپک کر اسے گود میں لے لیا، اس نئی گود سے وہ ذرا بھی آشفتہ نہ ہوا۔ اس کی مسکراہٹ کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہو گیا اور جب مسز سیونسن نے ہلکے سے اسے گدگدایا، پھر تو کلکلیاریاں مار کر ہنسنے لگا۔ اس کے ساتھ کیتھرائن اور مسز سیونسن نے بھی ہنسنا شروع کر دیا۔

بڑی دیر کے بعد کیتھرائن نے رخصت چاہی۔ مسز سیونسن اسے رخصت کرنے باہر تک آئی، یہاں آکر اسے شہد کی مکھیوں کے چھتے دکھائے، یہ مکھیاں اس نے بڑے شوق سے پالی تھیں۔ اور اسے امید تھی کہ آگے چل کر ان سے تجارتی فائدہ حاصل ہوگا،

کیتھرائن کو بڑی دور تک پہنچا کر مسز سیونسن رخصت ہو گئی، راستہ بھر مسز سیونسن کی سادہ زندگی، دلچسپ باتیں، خلوص اور اپنائیت کے واقعات کیتھرائن کو یاد آتے رہے۔ آج چارلس سے بڑی دیر تک باتیں

کرنے کے لیے بہت کافی مواد اس کے پاس جمع ہو گیا تھا۔

اب تو یہ معمول ہو گیا کہ کبھی کینتھرائن مسز سیونسن کے گھر پہنچ جاتی، کبھی وہ کینتھرائن کے مکان پر آجاتی۔ پھر گھنٹوں اور پہروں دونوں میں گھل مل کر باتیں ہوا کرتیں۔ ہفتے میں کم از کم دو مرتبہ تو ہر ایک نے دوسرے کے ہاں جانے کا معمول بنا لیا تھا۔ ان دونوں کی اس کھری دوستی اور ارتباط کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ گو اب علاقے میں کافی لوگ آ آکر آباد ہو گئے تھے، لیکن زیادہ تر یہ لوگ تنہا تھے، کیونکہ مکانات کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا تھا، ان کے بیوی بچے یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ایک دوسری بستی میں رہتے تھے۔ ساری آبادی میں کینتھرائن اور مسز سیونسن ہی دو عورتیں تھیں، یہ بھی اگر ایک دوسرے کی بے تکلف اور ہمدرد سہیلی نہ بنتیں تو کیسے کام چلتا؟ لیکن اب بڑھتی ہوئی آبادی دیکھ کر کینتھرائن اور مسز سیونسن کو یہ اُمید بندھ رہی تھی کہ وہ دن جلد آنے والا ہے جب مردوں کی طرح عورتوں کی بھی کافی تعداد آ جائے گی اور پھر مزید پڑوسی عورتوں سے میل اور راہ و رسم کے تعلقات پیدا ہو جائیں گے،

چارلز کے حالات روز بروز خوشگوار سے خوشگوار تر ہوتے جا رہے تھے ——— اتنے زیادہ خوشگوار کہ اب کوئی نئی آرزو پیدا نہیں ہوتی تھی۔

گندم کی فصل تیار کھڑی تھی۔

شلجم، آلو اور گاجر وغیرہ کی فصل بہت اچھی ہوئی تھی، ان چیزوں کا بہت کافی ذخیرہ آئندہ موسم سرما کے لیے جمع کر لیا تھا، اور کافی حصہ فروخت کر کے دام بھی کھرے کر لیے تھے اور اس طرح ضرورت سے کچھ زیادہ ہی روپیہ بھی جمع ہو گیا تھا، آنے والے موسم سرما کی پیش بندیوں کے سلسلے میں کافی آٹا بھی مٹکوں میں بھر بھر کر رکھ لیا تھا، چنانچہ دونوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب بہت جلد ایک گائے خرید لی جائے گی، پھر ایک بیل، گائے اس لیے کہ گھر کا دودھ اور مکھن کھا کھا کر جان خوب موٹا ہو۔ اگرچہ اس کا مٹاپا اب بھی چارلز کی نظر میں کھٹکتا تھا، لیکن کینتھرائن اسے اور زیادہ بہت زیادہ موٹا دیکھنا چاہتی تھی، بیل اس لیے کہ بار برداری کے سلسلے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے، جواب اکثر پیش آجایا کرتی ہے۔ اسی طرح ہنستے کھیلتے پانچ سال گزر جائیں گے، اور پھر ——— پھر یہ زمین ہماری ہو جائے گی، اس گھر کے ہم مالک بن جائیں گے، یہ امیدیں صرف کینتھرائن ہی کی نہیں تھیں، چارلز بھی ان میں برابر کا شریک تھا اور پھر یہ چھوٹا سا گھر جو اب ایک کٹیا معلوم ہوتا ہے ایک خوبصورت اور شاندار گھر میں تبدیل ہو جائے گا، جس میں کم از کم چار کمرے ہوں گے۔

اور یہ چار کمرے اگر سب کے سب ایک ساتھ نہ بنائے جا سکے تو پھر کم از کم دو تو ضرور بنا لیے جائیں گے، باقی دو پھر کسی مناسب موقع پر

تعمیر کر لیے جائیں گے ۔

مزید مصروفیت پیدا کرنے اور گھر کے ماحول کو زیادہ خوشگوار بنانے کے لیے کیتھرائن نے ایک اور مشغلہ بھی پیدا کر لیا تھا ۔ گھر کے سامنے جو زمین کا ٹکڑا تھا اس نے چمن بندی کر کے اسے ایک خوبصورت باغیچے میں تبدیل کر لیا تھا، جس میں رنگ رنگ کے پھول اس نے اگائے تھے بڑی پابندی سے، بلکہ بعض دوسرے کاموں کو ملتوی کر کے وہ اس باغیچے کے پودوں کو پانی دیا کرتی اور اس کی رکھوالی کیا کرتی ۔

جون کی ایک سہانی صبح کو وہ باغیچے میں جانے کی تیاریاں کر رہی تھی کہ افتاں و خیزاں چارلز اس کے پاس آیا اور اسے بڑے جذباتی انداز میں کہا ۔

”کیتھرائن! کیتھرائن! یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو! آؤ میرے ساتھ آؤ، تمھیں ایک چیز دکھاؤں “

کیتھرائن نے خیال کیا نہ جانے کیا بات ہے، بغیر کچھ پوچھے وہ اس کی طرف تذبذب کی نظروں سے دیکھنے لگی، چارلز نے کہا ۔

”ارے تم مجھے تک کیوں رہی ہو؟ ———— آؤ نا!“

یہ کہہ کر چارلز نے جان کو کیتھرائن کی گود سے لے لیا، اس تیزی اور بے پروائی کے ساتھ جیسے کوئی ایک بنڈل پکڑتا ہے اور پھر

کیتھرائن کا ہاتھ پکڑ کر جیسے اسے گھسیٹ رہا ہو، وہ آگے بڑھا، کیتھرائن نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا "جان کا خیال رکھو" پھر وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی، چارلز نے جان کو سنبھال کر گود میں لے لیا، اور تیز تیز چلنے لگا، وہ اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ کیتھرائن کے لیے اس کا ساتھ دینا مشکل ہو گیا، وہ ہانپنے لگی، لیکن چلنا جاری رکھا۔

کیتھرائن سخت حیران تھی، آخر چارلز کیا چیز دکھانے لیے جا رہا ہے! کوئی بھی تو غیر معمولی بات یا چیز اب تک نظر نہ آئی تھی مسٹر سیونسن کا گھر بھی اپنی جگہ پر تھا، گھاس کے تختوں میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی ہوا ٹھیک اسی طرح چل رہی تھی، جیسے ہر روز چلا کرتی تھی۔ سورج اسی طرح چمک رہا تھا جو اس کا روز کا معمول تھا، نہ کہیں بادل تھے نہ آندھی کا شور، نہ طوفان کا امکان۔

گیاہستان کے بیچوں بیچ جو پگڈنڈی چلی گئی تھی اب اسے طے کرنے کا وقت آیا، چارلز کی برق رفتاری کا اب بھی وہی عالم تھا۔ یہاں کیتھرائن کے لیے تیز چلنا اور دوبھر ہو گیا، خدا خدا کر کے یہ منزل بھی گھاس سے الجھ الجھ کر کسی نہ کسی طرح سر ہوئی۔

اب چارلز اپنے گندم کے کھیت کے سامنے کھڑا تھا اور کیتھرائن پیکرِ حیرت بنی اس کے بازو میں ایستادہ تھی۔

"دیکھو کیتھرائن دیکھو ——— دیکھ رہی ہو؟"

آنکھوں کے سامنے اتنی اچھی فصل دیکھ کر اس کے دل میں خوشی کی ایک لہر اٹھی، اس نے کہا۔

"ہاں دیکھ رہی ہوں چارلز!"

چارلز نے اور زیادہ فخر، مسرت اور بیتابی کے ساتھ کہا۔

"یہ فصل، یہ زرخیز فصل ہمیں امیر کر دے گی۔ دولت مند بنا دے گی ہمارے دلدّر دُور کر دے گی۔"

"ہاں کیوں نہیں ——— بے شک!" کیتھرائن نے کہا۔

چارلز نے گویا کیتھرائن کا امتحان لیتے ہوئے پوچھا

"بتاؤ تو، اس فصل کے کتنے روپے ہمیں ملیں گے؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی

"تم ہی بتاؤ میں کیا جانوں؟"

چارلز نے کہا۔

"دس ہزار روپے! ——— کیتھرائن دس ہزار روپے! کیا یہ کم ہیں؟"

دس ہزار روپے کا نام سُن کر خود کیتھرائن کا دل بھی بلیوں اچھلنے لگا، وہ بولی،

"بہت ہیں! ——— دس ہزار، افوہ!"

اتنے میں ننھے جان کا گریہ بے اختیار شروع ہو گیا، کیتھرائن نے اچک کر اسے اپنی گود میں لے لیا، لیکن چارلز کو محسوس بھی نہیں ہوا، کیا چیز اس کے ہاتھ سے نکل گئی،

جان کو گود میں لینے کے بعد کیتھرائن پھر بھر مسرّت میں غوطے کھانے لگی۔ دس ہزار کی رقم امید اور توقع سے کہیں زیادہ تھی اس کا تو تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جب چارلز ریل روڈ پر کام کرتا تھا تو بڑی مشکل سے صرف پانچ سو روپے جمع کر پایا تھا، اس وقت یہی بہت معلوم ہوتے تھے اور ایک دم دس ہزار ——— یا اللہ تو کتنا مہربان ہے!

کیتھرائن نے کہا

"پھر تو بڑی آسانی سے ہم ایک گائے خرید لیں گے۔"

"ایک گائے؟" چارلز چیخ پڑا "خدا کی بندی، تم ایک گائے کا ذکر کرتی ہو، ہم پورا گلّے کا گلّہ گایوں کا خرید لیں گے۔ اب ہمیں کمی کا ہے کی ہے؟ ہم گائے خریدیں گے، بچھڑے مول لیں گے، ایک خوبصورت سا مکان بنائیں گے، تمھارے لیے ریشم کے اچھے اچھے کپڑے خریدنا بھی میرے پروگرام کی سب سے

پہلی شق ہے، ہم ایک بگھی خریدیں گے اور اسے کھینچنے کے لئے گھوڑوں کی اچھی سی جوڑی بھی ——— کیتھرائن بڑی بے وقوف ہو اچھا بے وقوف نہیں سادہ لوح سہی، میں اتنی ساری چیزیں خریدنے کا پروگرام بنا رہا ہوں اور تمھیں کس چیز کی فکر ہے؟ ——— گائے کی!"

پھر دفعتہً چارلز نے کیتھرائن کو آغوش میں لے لیا اور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"پگلی اب ہم امیر ہیں ——— امیر!"

بچہ کیتھرائن کی گود میں تھا، اس نے اپنے آپ کو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں چارلز اب ہم امیر ہیں ——— لیکن دیکھو تو سہی جان پریشان ہو رہا ہے۔"

لیکن چارلز پر اس وقت مدہوشی طاری تھی۔ وہ چاہتا تھا کیتھرائن بھی اس وقت گندم کی فصل اور متوقع امارت کے سوا کچھ نہ سوچے۔ فخر کے ساتھ بار بار اس کی نگاہیں خوشۂ گندم پر اٹک جاتی تھیں۔

خود کیتھرائن کی کیفیت بھی چارلز سے کچھ مختلف نہ تھی۔

وہ بھی اس غیر متوقع نعمت پر خوش ہو رہی تھی اور دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی کہ آخر ان تھک اور لگاتار محنت نے اپنا پھل دیا ، مصیبت کے دن کٹے ، اور فارغ البالی کا دَور آ گیا ۔

---

(۸)

ہر روز سہ پہر کو چارلز اور کیتھرائن جب ٹہلنے نکلتے تو ایک پھیرا اپنے کھیت کا ضرور کر لیتے اور گیہوں کی بالیاں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے کہ اب کٹائی کا وقت آ گیا ہے۔

دن اسی طرح گزرتے گئے۔

اب کسی طرح کا خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ پالے کا زمانہ گزر چکا تھا، بارش کا بھی کوئی اندیشہ نہ تھا، ہر خوشہ پکے ہوئے دانوں سے بھرا تھا، چارلز کو اُمید تھی کہ فصل توقع سے زیادہ ہوگی، اور قیمت زیادہ حاصل ہوگی، لیکن کیتھرائن دس ہزار روپے کے سابقہ پروگرام پر اتنی قانع ہو چکی تھی کہ اس سے زیادہ کچھ نہ چاہتی تھی۔

اب ایک اچھے قطعۂ زمین پر چارلز نے نئے مکان کی داغ بیل ڈالنا شر

کردی تھی۔ وہ چاہتا تھا برف باری کا زمانہ آنے سے پہلے مکان مکمل ہوجا

اس نے کیتھرائن سے کہا۔

"آنے والا موسم سرما ہم اس تنگ و تاریک مکان میں ہرگز نہیں گزار

اب یہ مکان اسے بہت ناپسند تھا۔

شام کے وقت چارلز نے کیتھرائن کو ساتھ لے جاکر زیرتعمیر مکان کے مختل

حصے دکھائے۔ اس نے بتایا یہاں باورچی خانہ ہوگا، اس جگہ ڈائننگ روم

اس طرف دو بیڈ روم تعمیر کیے جائیں گے، ادھر ایک کمرا مہمانوں کے لیے تعم

باتیں کرتے کرتے چارلز کا دماغ آنے والے سال کا نقشہ بنانے لگا، ا

نے کیتھرائن کو بتایا۔

" دیکھ لینا اگلے سال ہماری فصل پچیس ہزار میں جائے گی سنتی ہو کیتھرا

ہم خدا کی اس سرزمین پر ایک نیا اور بہت بڑا شہر بسائیں گے۔ پانچ سال گز

دو، پھر دیکھ لینا جنگل میں منگل کس طرح ہوتا ہے، یہاں ایک نئی دنیا نہ آباد

تب کہنا۔"

چارلز کی امیدوں اور آرزوؤں میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا، ا

"میرا ارادہ ہے کہ میں ایک درخواست دے کر ایک اور قطعۂ زمین حاصل

کیتھرائن نے تیوری چڑھا کر پوچھا،

AMINIA M… SCHOOL ★ LIBRARY ★
A. No. 703
Date 1.9.90

"اس کا کیا ہو گا؟"

چارلز نے بتایا۔

"اس زمین پر کم از کم سو درختوں کا ایک جھنڈ پانچ سال میں تیار ہو جائے گا جس سے اس بستی کی زینت ہو گی اور ہمیں مالی فائدہ بھی ہو گا"

کیتھرائن نے اعتراض کرتے ہوئے کہا،

"ویسے ہی تم نے اپنے اوپر کم بوجھ نہیں لاد رکھا، اب ایک نئی زمین لے کر اور ایک نیا کام شروع کر کے کیا جان دینے کا ارادہ ہے؟"

چارلز نے ایک قہقہہ لگایا۔

"بھئی اب تمھارے بے وقوف ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہا۔ خدا کی بندی ہر کام میں خود کیوں کرنے لگا، کیا میرے پاس روپیہ نہیں ہے؟ کیا میں ر دوروں سے مدد نہیں لے سکتا؟"

کیتھرائن سوچنے لگی، واقعی کتنی سیدھی سی بات ہے۔ حیرت ہے میرا ذہن وھر نہیں منتقل ہوا۔ واقعی ہمیں زمین کا ایک نیا ٹکڑا لینا چاہیے۔ چارلز سچ کہتا ب۔ روپیہ اگر ہو تو آدمی کیا نہیں کر سکتا؟

دوسرے روز طلوعِ آفتاب کے بعد ہی چارلز اپنے چھکڑے پر بیٹھا اور تینڈا فس کی طرف روانہ ہوا۔ جو یہاں سے بیس میل کے فاصلے پر تھا، اس کے معنی تھے کہ اب کہیں رات کو واپس آ سکے گا۔ کیتھرائن جان کو گود میں لے کر گھر کی

دہلیز پر کھڑی ہو گئی، اور اس وقت تک چھکڑے کو دیکھتی رہی جب تک وہ
نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

جس راستے پر چارلز جا رہا تھا، یہاں کی زمین دلدلی تھی، بظاہر خشک اور ٹھوس
نظر آتی تھی، لیکن نیچے پانی بہہ رہا تھا۔ آدمی کا گزر جانا تو خیر کوئی بات نہ تھی، لیکن
چھکڑے کو لے کر اس پر سے گزرنا خطرناک تھا، کیونکہ گو بظاہر آنکھ نہ دیکھ سکے
لیکن زمین کے ذرا نیچے دلدل ہی دلدل تھا، زمین کی ظاہری سطح لوگوں کو دھو
دیتی تھی، جس سے کئی مرتبہ حادثے بھی رونما ہو چکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک
دلدلی علاقہ سے گزر کر چھکڑا نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا، دھڑکتے ہوئے دل
کیتھرائن دہلیز پر کھڑی رہی۔ چارلز بار بار ہوا میں ہاتھ لہرا لہرا کر کیتھرائن کو خدا حا
کہہ رہا تھا۔

چارلز کے جانے کے بعد کیتھرائن گھر کے اندر آ گئی اور اپنے کاموں میں مصر
ہو گئی، پھر چشمے سے جا پانی لائی۔ پانی لاتے وقت اس کی نگاہ ایک مرتبہ پھ
دلآویز مستقبل کا چہرہ دیکھنے لگی۔ اس نے سوچا، نئے گھر میں ایک کنواں ضرو
ہو گا جس سے پمپ کی مدد سے جتنا پانی درکار ہو، بڑی آسانی سے حاصل کیا
سکے گا، چشمے تک جانے اور وہاں سے پانی لانے کی زحمت سے نجات مل
جائے گی، پھر اس کی نظر جان پر پڑی۔ اس نے سوچا اس کے لیے بڑ
اچھے اچھے کپڑے خریدے جائیں گے۔ ایک سے ایک بڑھ کر۔ گھر کا فر

چوبی ہوگا جس پر آسانی سے جھاڑو دی جا سکے گی۔ غسل خانے میں ایک اچھا ٹب بھی ہوگا، جس کی وجہ سے سب سے بڑی سہولت یہ ہو گی کہ کپڑے دھونے کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔ پھر دفعتاً چلتے چلتے وہ رک گئی۔ چارلز کی پیوند لگی اور پسینے کے باعث بدرنگ قمیص اس کی نظر کے سامنے گھومی۔ اس نے سر جھٹک کر فیصلہ کر لیا کہ چارلز کے لیے بھی بہت سے سوٹ تیار ہوں گے، پھر روز روز کے دھونے سے نجات مل جائے گی۔

سہ پہر کو مسز سیونسن آئیں، لیکن آج کیتھرائن نے اس عورت کا طرزِ عمل کچھ بدلا ہوا سا پایا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ چارلز اور سیونسن کے حالات میں بہت فرق تھا۔ اس بیچارے کے پاس زمین کا ایک چھوٹا سا قطعہ تھا، جس میں وہ آلو کاشت کیا کرتا تھا۔ تاہم اگر اس کی بیوی احساس کمتری اور رشک و حسد میں مبتلا ہو گئی تھی تو یہ کچھ عجیب سی بات تھی، سیونسن بھی اگر ہمت سے کام لیتا تو چارلز کی طرح کیا نہ کر سکتا تھا، برآمدے میں کیتھرائن اور سیونسن کی بیوی بیٹھی تھیں اور مختلف پہلوؤں پر بات چیت کر رہی تھیں، کئی مرتبہ کیتھرائن کا دل چاہا کہ وہ اپنے نئے مکان کا ذکر بھی سیونسن کی بیوی سے کرے، لیکن رک گئی، اسے اندیشہ تھا کہ یہ ذکر اس کے لیے کچھ خوشگوار نہ ہوگا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ مکان بن جانے کے بعد کس طرح سیونسن سے یا اس کی بیوی سے چھپا سکے گی۔ وہ دل ہی دل میں سوال کرتی، آخر مسٹر سیونسن زیادہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ اگر آنے والے

موسم بہار میں وہ گندم بوئیں تو کافی کما سکتے ہیں اور اس کی آمدنی سے گھر بھی بنا سکتے
ہیں، لیکن اسے نصیحت کرنے یا رہنمائی کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ وہ چپکی رہی
لیکن سیونس کی بیوی نے خود ہی نئے مکان اور گیہوں کی شاندار فصل کا ذکر
شروع کر دیا، ایسے انداز میں جیسے اس کی ترقی اور فارغ البالی سے وہ بہت خوش
تھی، مگر چہرہ الفاظ کا ساتھ نہ دے رہا تھا، چنانچہ جب اس نے چارلز کے بارے
میں پوچھا وہ کہاں ہے ؟ تو کیتھرائن کسی طرح اسے یہ نہ بتا سکی کہ وہ لینڈ آفس زمین
کا ایک نیا قطعہ حاصل کرنے گیا ہے۔ یہ بتانے کے معنی یہ تھے کہ اب اس کی زمین
سیونسن سے کئی گنا زیادہ ہو گئی تھی، اس نے کہا۔

"کسی کام سے ذرا شہر تک گئے ہیں"

اس کے بعد دونوں نے سکوت اختیار کر لیا۔ پھر یہ ناگوار سکوت توڑنے
کے لیے دونوں نے بیک وقت بولنے کی کوشش کی، سیونسن کی بیوی نے پوچھا

"ہمارے گھر کب آؤ گی؟"

کیتھرائن نے گرمجوشی سے جواب دیا۔

"ضرور آؤں گی، ممکن ہے کل، شاید پرسوں ——————!"

کیتھرائن نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب نیا مکان بن کر تیار ہو جائے گا، و
سیونسن اور اس کی بیوی کو مدعو کرے گی اور ان دونوں کو بڑی شاندار دعوت
دے گی، بلکہ باور کرا دے گی کہ روپیہ ایسی چیز نہیں جو دوستی میں فرق لا

زردار اور بے زر میں بھی دوستی ہو سکتی ہے۔

سیونسن کی بیوی چلی گئی، ننھا جان کیتھرائن کی گود میں تھا اور کھیل رہا تھا، اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس نے کہا،

" ایک ہم ہیں، تیرے ماں باپ جنھیں زندگی کی تعمیر میں بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلنا پڑ رہی ہیں۔ ویرانے میں آکر آباد ہونا پڑا۔ ناہموار زمین کو جوتنے اور بونے کے لیے ہموار کرنے میں دن رات ایک کرنا پڑا۔ نہایت معمولی سے چھوٹے گھر پر قناعت کرنا پڑی، لیکن تو کھیتوں کا مالک ہوگا، شاندار گھر کا مالک ہوگا، خوبصورت گھوڑوں کی سواری کیا کرے گا، تجھے بھولے سے بھی ہمارے فقر و فاقے، غربت اور مصیبت کے دنوں کا نہ احساس ہوگا، نہ ان کی یاد آئے گی "

رات کا آغاز ہو چکا تھا کہ کیتھرائن کے مکان میں چھکڑے کی آواز آئی۔ لالٹین لے کر دوڑی دوڑی چارلز کو راستہ دکھانے گئی۔ وہ اپنے ساتھ کئی چیزیں لایا تھا۔ ایک بنڈل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

" بتاؤ میں تمھارے لیے کیا لایا ہوں؟"

کیتھرائن نے معصوم اور محبت بھری نظروں سے دیکھا اور بولی۔

" کیا کرتے ہو چارلز، قرض لے کر تو نہیں لائے؟"

چارلز نے بڑے فخر کے ساتھ کہا۔

"اگر قرض لایا ہوں تو اسے ادا بھی کر سکتا ہوں، اب مجھے کیا پروا ہے
قسمت میرے ساتھ ہے"

کیتھرائن چارلز کے ان جذبات کو تحسین کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی، اور ان
برابر کی شریک تھی۔

چارلز اور بھی کئی چیزیں لایا تھا، برتن، شیشے کے گلاس اور پھر اس نے ایک
خوبصورت بنڈل اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ وہ سمجھ گئی میرے لیے کوئی قیمتی اور
سا کپڑا لایا ہے۔ بنڈل ہاتھ میں لے کر اس نے کچھ تکلف کرتے ہوئے کہا

"چارلز یہ تم کیا کرتے ہو، کیا ضرورت ہے ایسی فضول خرچی کی"

چارلز نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا
دونوں مسکرا دیے۔ آج رات کا کھانا روز کے مقابلے میں کہیں زیادہ لذیذ
بہتر تھا۔ چارلز گوشت کا ایک بُھنا ہوا پارچہ بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ کافی
میں مکھن بھی، اور دودھ کی طرح چمکتی ہوئی شکر۔ جان کے لیے کچھ کھلونے بھی اس
خریدے تھے اور ایک چھوٹا سا بوٹ کا جوڑا بھی، جو چھوٹا ہونے کے باوجود
بھی اس کے لیے بڑا تھا، کیتھرائن نے اپنا بنڈل کھولا تو اس میں براؤن رنگ
کا ایک نہایت خوبصورت ریشمی سوٹ موجود تھا، جسے دیکھ کر وہ اپنی خوشی
ضبط نہ کر سکی۔

چارلز نے کیتھرائن کے بالوں کا گچھا اپنے ہاتھ میں لیا، اور اپنے رخسا

لگاتا ہوا بولا۔

"اصل ریشم تو یہ ہے!"

پھر جذباتی لہجے میں اس نے کہا۔

"میں کتنا خوش ہوں تمھیں پاکر، تمھیں اپنا کر، دکھ اس کا ہے کہ اب تک تمھیں اور جان کو وہ آرام نہ پہنچا سکا، وہ سکھ نہ دے سکا، جو میں چاہتا تھا لیکن کینتھرائن اب وقت آگیا ہے کہ سود در سود سمیت اپنی مجبورانہ کوتاہیوں کو چکادوں۔"

ان الفاظ میں اتنی صداقت تھی کہ ایک ایک حرف پر کینتھرائن نے یقین کرلیا، اس نے آج پہلی مرتبہ یہ محسوس کیا کہ ہر وقت چونچال رہنے والا، خوش نظر آنے والا، نغمہ طرازیاں کرنے والا، بے پروائی اور بے فکری سے اِدھر اُدھر گشت کرنے والا شوہر اپنے دل کی گہرائیوں سے مجھے راحت و آسائش پہنچانے کے لیے کتنا دردمند، کتنا پریشان رہا کرتا ہے۔ آج پہلی مرتبہ دل کی بات اس کی زبان پر آئی تھی۔ اس لیے کہ اب وہ ان کوتاہیوں کی تلافی کرسکتا تھا، اس نے ثابت کردیا تھا کہ آگے چل کر وہ کیا کچھ نہ کرسکے گا۔

رات کے کھانے سے فارغ ہوکر کینتھرائن نے جان کو لوریاں دیں اور سلا دیا، پھر وہ اور چارلز کمرے کی دہلیز پر آکر بیٹھ گئے، اور آسمان کی نیلی چادر کی طرف دیکھنے لگے، جس میں ستارے ٹکے ہوئے تھے، اس وقت دونوں کو نہ کھیت کی فکر تھی، نہ خوشۂ گندم کی، نہ پیداوار کی، محبت کی باتیں زبان پر تھیں اور اسی

دُنیا میں دونوں کھو گئے تھے۔

صبح ہوئی۔

چارلز حسبِ معمول کھیت پر چلا گیا، فصل بالکل تیار تھی، اور چند روز میں کاٹی جانے والی تھی، گیہوں کی یہ سنہری بالیاں چارلز کو اشرفیاں نظر آرہی تھیں وہ خود ہی بڑبڑایا "بس دس بارہ دن کا معاملہ اور ہے، پھر یہ بالیاں سونے اور چاندی میں تبدیل ہو جائیں گی"، دوپہر کو چارلز گھر واپس آیا اس نے کہا۔

"آج کی دھوپ بہت سخت تھی، گھوڑوں کے لیے تمازتِ آفتاب میں کام کرنا مشکل ہو گیا، انھیں اصطبل میں باندھ آیا ہوں، تاکہ ٹھنڈک اور سائے میں ذرا آرام کر لیں، اگلے ہفتے بیچاروں کو بہت کام کرنا ہوگا۔ فصل کٹے گی اور سارا بوجھ یہی لادلاد کر شہر لے جائیں گے۔"

کیتھرائن نے کہا

"خیر وہ تو تم نے اچھا کیا، لیکن ذرا اپنی طرف بھی تو دیکھو!"

چارلز نے اپنی طرف دیکھا اور کہا۔

"مجھے کیا ہوا؟ میں تو بالکل ٹھیک ہوں!"

کیتھرائن نے جواب دیا۔

"پسینہ میں شرابور ہو رہے ہو، اب تک پیشانی سے قطرے ٹپک ٹپک کر

گال پر گر رہے ہیں بدن تر بتر ہو رہا ہے۔"

چارلز نے جیب سے رومال نکالا اور جلدی جلدی سر، گردن، منہ اور ہاتھ پونچھ ڈالے، پھر بولا۔

"اب تو نہیں ہے۔"

پھر ہنسنے لگا۔ اس کے بعد چشمہ پر گنگناتا ہوا نہانے چلا گیا۔ نہا دھو کر واپس آیا تو جان سے کھیلنے لگا۔ اتنے میں کیتھرائن کھانا نکال کر میز پر رکھ چکی تھی۔ یکایک ایک چیخ کی آواز سنائی دی اور لگاتار بلند ہوتی گئی۔ یہ کوئی عورت تھی جو نہ جانے کیوں چیخ رہی تھی۔

"تم یہیں بیٹھو!"

یہ کہہ کر چارلز نے بندوق سنبھالی اور باہر نکل گیا۔ گرمی کے مارے اس کا برا حال ہو رہا تھا، لیکن وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ معاملہ کیا ہے، مگر جان کو اکیلا چھوڑ کر جانا ممکن نہ تھا۔ وہ دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئی، تو اس نے دیکھا کہ سیونسن کی بیوی بھاگتی ہوئی آ رہی ہے اور چارلز اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ سیونسن کی بیوی بہت وحشت زدہ اور سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔ وہ جلدی جلدی کچھ کہہ رہی تھی، گویا کسی خطرے سے مطلع کر رہی ہو مٹھی اٹھا اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

کیتھرائن نے نظر اٹھا کر جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گھنگھور گھٹا شمال مغرب

کی طرف سے بڑھتی چلی آ رہی ہے، اور دفعتہً اس نے سورج کو ڈھک لیا۔ یہ ایسی گھٹا تھی جو کیتھرائن نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ نیلا آسمان اس کے پردے میں چھپ گیا۔ ظلمت، سناٹا اور ایک عجیب طرح کی وحشت فضا پر چھائی ہوئی تھی، بادل میں جنبش جاری تھی۔

سیونسن کی بیوی گھٹنوں کے بل گر پڑی، اس کی اوڑھنی دُور جا پڑی، وہ بولائی ہوئی اپنی کٹیا کی طرف بغیر کچھ کہے ہوئے بھاگ کھڑی ہوئی، چارلز نے ایک مرتبہ پھر آسمان کی طرف دیکھا، اور بادلوں کی اس یورش کو تکتے ہوئے بولا۔

"عجیب معمّا ہے ——— یہ کیا ہو رہا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا"

اتنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے بادل سے کچھ چیزیں بارش کی طرح ٹپکنے لگیں، اور عجیب طرح کی گمبھیر بھنبھناہٹ کانوں میں آنے لگی، جو چیزیں اس بادل سے ٹپک رہی تھیں ان کا ڈھیر کیتھرائن کے سامنے لگ گیا ——— ——— یہ بادل نہ تھا، ٹڈی دل تھا،

کیتھرائن نے دیکھا چارلز اس طرح کھڑا تھا، جیسے اسے کسی چیز نے منجمد کر دیا ہو، اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور چیختے ہوئے کہا۔

"یا اللہ، اے میرے خدا! یہ کیا ہو گیا، یہ کیا ہو رہا ہے؟ اب کیا ہو گا؟"

ٹڈیاں دھڑا دھڑ گر رہی تھیں، درجنوں کی تعداد میں نہیں، ہزاروں کی تعداد میں۔ اس چھوٹی سی مخلوق کا یہ طوفان دنیا کے ہر طوفان سے بڑا خوفناک اور تباہ کن تھا۔

چارلس بے حس و حرکت، حواس باختہ اور چکرایا ہوا کھڑا تھا، پھر دفعتًہ اس کے منہ سے نکلا۔

"غضب ہو گیا کیتھرائن!"

کیتھرائن نے کوئی جواب نہ دیا، ڈری اور سہمی ہوئی اس کی طرف دیکھنے لگی، چارلز ایک مرتبہ پھر چیخا۔

"گیہوں! میرے گیہوں! میری فصل! میرا سرمایہ، ———— آہ! کیا یہ سب اسی لیے تھا کہ چشم زدن میں ہست سے نیست ہو جائے؟"

کیتھرائن کے لب اب بھی خاموش تھے، چارلز نے دیوانوں کی طرح چیخ کر کہا۔

"انھیں مارو! ان ٹڈیوں کو مار ڈالو!"

اور پھر ذرا رک کر وہ بولا۔

"آگ! ———— صرف آگ ہی انھیں ہلاک کر سکتی ہے۔ آگ جلاؤ!"

کیا ہوئی وہ دُنیا ——— ؟

کل جہاں پر کہ سبزہ و گُل تھے
آج دیکھا تو خار بالکل تھے

(۱)

ٹڈیوں کا یہ طوفان ایک ہولناک حادثہ تھا ——— وحشت انگیز، لرزہ خیز۔ ایک خواب پریشان تھا، ناقابلِ یقین، چارلز اور کیتھرائن ہر طرح حواس باختہ اور مضطرب ہونے کے باوجود یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے کہ اپنے گیہوں کو بالکل نہ بچا سکیں گے۔

خوش قسمتی سے فضا ساکن۔ ہوا بالکل نہیں چل رہی تھی۔ انھیں یقین تھا کہ وہ اس آگ کو قابو میں رکھ سکیں گے، جو ٹڈیوں کے لیے انھوں نے جلائی تھی، اور یہ ٹڈیاں سیکڑوں میل تک بکھری ہوئی تھیں، اور یقیناً آگ کے لپکتے ہوئے شعلے دیکھ کر انھیں پسپا ہونا پڑے گا، اپنا رُخ بدلنا پڑے گا

چارلز نے تین مرتبہ گھوڑے پر اپنے کھیت کا چکر لگایا، کھیت کے ارد گرد جو مینڈھ تھی اس نے گندم کو اس آگ سے اب تک محفوظ کر رکھا تھا جو آس پاس کی گھاس میں لگائی گئی تھی۔

کیتھرائن بھی اپنا فرض نہایت مستعدی سے ادا کر رہی تھی، بھڑکتی ہوئی آگ کے ساتھ ساتھ برابر کھیت کا چکر لگا رہی تھی کہ کہیں آگ کے شعلے گیہوں کی بالیوں کو جھلس نہ دیں یا کھیت کے اندر نہ پہنچ جائیں، چارلز نے اپنے ذمے جو کام لے رکھا تھا، وہ اور زیادہ سخت تھا، وہ آگ سے لڑ رہا تھا کہ اسے پھیلنے نہ دے، اگر ذرا بھی غفلت یا بداحتیاطی ہو جاتی تو سارا علاقہ بھس ہو کر رہ جاتا، خوشی کی بات یہ تھی کہ ہوا ساکن تھی۔

آگ بھڑک رہی تھی، اس سے گرم گرم لہریں اُٹھ رہی تھیں، اس کی گرمی سورج کی گرمی کو ماند کر رہی تھی۔ ساری فضا پر عجیب کیفیت طاری تھی کیتھرائن کبھی آگے بھاگتی، کبھی پیچھے، گھاس سے اُٹھتے ہوئے شعلوں کو قابو میں رکھنے کی مختلف ترکیبوں سے کوشش کر رہی تھی، کبھی کسی گھاس کے بھڑکتے ہوئے پودے پر پاؤں رکھ کر کھڑی ہو جاتی، اپنی مصروفیت میں ذرا دیر کے لیے وہ چارلز کو بھی بھول گئی، دھوئیں کے بادل اس کی ناک میں، آنکھوں میں، منہ میں، حلق میں گھسے جا رہے تھے، عجیب طرح کی بھبک کے ساتھ جیسے تیل کی بدبو ہوتی ہے، یہ جلی ہوئی ٹڈیوں کی بدبو تھی جو

بے بس ہو ہو کر آگ میں گر رہی تھیں، ہر ٹڈی جب آگ میں گر گرتی تو عجیب طرح کے چٹاخے دار آواز پیدا ہوتی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا آگ سے یہ مجنونانہ جنگ کبھی ختم نہ ہوگی، آخر بڑی دیر کے بعد رفتہ رفتہ جلتی ہوئی آگ کے شعلے مدھم پڑے جنھوں نے زمین کو جھلس کر کالا کر دیا تھا۔

کیتھرائن کے پاؤں کانپ رہے تھے، کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے سہارا لے سکتی، آخر زمین نے اسے سہارا دیا، وہ لیٹ گئی۔

چارلز نے اسے پڑا دیکھا تو بھاگا بھاگا آیا، تاکہ سنبھالے، لیکن وہ ٹھیک تھی۔ وہ خود بھی دھوئیں کی وجہ سے سیاہ ہوگیا تھا، اس کے بال جھلس گئے تھے۔ کئی جگہوں سے ذرا ذرا جل بھی گیا تھا۔

چارلز نے کیتھرائن سے کھانستے ہوئے کہا۔

" بظاہر تو یہ ٹڈیاں بیچاری کچھ بھی نہیں کھا رہیں، ہم نے یہ بھاگ دوڑ خواہ مخواہ کی "۔

کیتھرائن اٹھ بیٹھی، پھر گھٹنوں پر زور دے کر کھڑی ہوگئی۔ واقعی گیہوں کی فصل ویسی ہی کھڑی ہوئی تھی، سبز اور سنہری اور خوبصورت بالیاں ویسے ہی لہرا رہی تھیں، ان پر ٹڈیاں بظاہر چپ چاپ بیٹھی تھیں۔ چارلز نے کیتھرائن سے کہا۔

"بہت تھک گئی ہو، گھر جا کر آرام کرو۔ میں یہاں رہوں گا، اور نگرانی کرتا رہوں گا۔"

کیتھرائن نے چارلز کی بات مان لی اور گھر کی طرف چلی گئی، اس کے پاؤں زمین کے بجائے ٹڈیوں پر پڑ رہے تھے، اور ہر قدم پر چُرمُر کی آواز ان کے کچلے جانے سے آ رہی تھی، ان سے بچ کر چلنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی ٹڈیوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اس کے سر پر، آستینوں میں، گردن پر، جیب میں ہر جگہ موجود تھیں۔

کیتھرائن کو سب سے زیادہ فکر جان کی تھی، روز کے معمول کے مطابق اسے اب تک شام کا کھانا پکا کر فارغ ہو چکنا چاہیے تھا۔ وہ جلدی جلدی گھر پہنچی گھوڑوں کے آگے دانہ اور پانی رکھا، پھر جلدی جلدی کھانا پکایا۔ چارلز اپنے کام میں لگا ہوا تھا، اس نے دلدل کی گھاس اکھاڑی اور جلتی ہوئی آگ پر اپنے کھیت کے اِرد گرد بکھیر دی، گہرا دھواں اٹھا اور فضا میں چھا گیا۔

بڑی دیر تک کیتھرائن نے رات کا کھانا گرم رکھا، لیکن اب وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا، کپڑے بدلے بغیر بستر پر لیٹ گئی، اور اس کی آنکھ لگ گئی، اسی وقت تھکا ماندا چارلز بھی آ گیا، اس کی بھوک مر چکی تھی۔ اس کی آہٹ سن کر کیتھرائن اُٹھ بیٹھی، اس نے کہا۔

"کھانا گرم کیے دیتی ہوں، کھا لو۔"

چارلز نے جواب دیا۔

"نہیں کھاؤں گا، بھوک نہیں ہے"

کیتھرائن اور زیادہ نرم لہجے میں بولی۔

"بہت زیادہ تھک گئے ہو، تھوڑی دیر سو لو"

چارلز نے جھلا کر کہا۔

"میں بچہ نہیں ہوں، اگر ایک رات نہ سویا تو کون سا غضب ہو جائیگا"

وہ پھر کھیت کی طرف روانہ ہوا، کیتھرائن بھی سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ تارے چمکنے لگے۔ دونوں نے گھاس پر ایک نظر ڈالی شعلے اب بجھ چکے تھے، چارلز نے پھر گھاس کے پولے ڈالنا شروع کیے، پھر دھنواں اٹھا اور فضا میں چھا گیا۔

صبح ہوئی، جب سورج کی پہلی کرن گیاہستان پر پڑی تو ایک عجیب طرح کی آواز سنائی دی، لاتعداد چھوٹے چھوٹے جبڑے پتیوں اور ڈالوں کو کتر رہے تھے۔ گیہوں کا کھیت ایک ایسا مریض بیمار نظر آرہا تھا جس کا سارا جسم کانپ رہا ہو۔

چارلز نے ایک چیخ ماری اور کھیت میں گھس پڑا، اب تک یہ دونوں کھیت کے اندر نہیں گئے تھے، نہ جانے کی ضرورت محسوس کی تھی، اب اندر جا کر چارلز پکارا۔

"کیتھرائن جلدی کرو! ——— مدد! ——— جلدی، جلدی!"

پھر اس نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"بیوقوف! کتنا بیوقوف ہوں میں بھی، میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے؟"

گیہوں کے پودے لڑ لڑ کر گر رہے تھے، چارلز اور کیتھرائن نے جلدی جلدی انھیں اکھاڑنا شروع کیا، جیسے وہ اپنی بوٹیاں نوچ رہے ہوں تاکہ جو کچھ اور جس حد تک ممکن ہو بچا سکیں، جو چیز انھیں سب سے زیادہ مرغوب تھی، اب وہ اس کو آگ میں جھونک رہے تھے۔ فصل کا کچھ حصّہ ضائع کرکے ممکن ہے باقی حصّہ بچایا جا سکے۔

دھنوئیں کے بادل میں گھرے ہوئے چارلز نے چیخ کر کہا۔

"کیتھرائن باہر نکل جاؤ، یہاں مت ٹھہرو، جاؤ، میں کہتا ہوں جاؤ۔"

لیکن کیتھرائن نے سنی کی ان سنی کردی، وہ اپنے کام میں لگی رہی، آخر چارلز بھاگا بھاگا آیا، لیکن قبل اس کے کہ واپس جانے کے لیے کہہ سکے، وہ استقلال کے لہجے میں بولی۔

"نہیں چارلز، میں نہیں جا سکتی، میں نہیں جاؤں گی!"

تقریباً دیوانگی کے عالم میں حلق میں بھرے ہوئے دھوئیں کے باعث کھانستا ہوا چارلز چیخ کر بولا۔

"جاؤ، میں کہتا ہوں جاؤ، تمھیں کھیت کے بجائے ننھے جان کی فکر کرنا چاہیے۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہوگا۔"

کیتھرائن نے نظر اٹھائی تو آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے چارلز کی آنکھوں سے ٹپک کر رخسار پر بہہ رہے تھے۔

"کیتھرائن کچھ کہے بغیر گھر کی طرف چل دی، کترنے کی آواز اب بھی اس کے کانوں میں آرہی تھی، وہ بار بار کھڑی ہو کر کھیت کی طرف دیکھتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کوئی بے درد ہاتھ قینچی سے انھیں کاٹ کاٹ کر پھینک رہا ہے، کترنے کی آواز ہر طرف سے آرہی تھی، ——— متواتر، مسلسل، گیاہستان کی لمبی لمبی گھاس بغیر ہوا کے جھکڑ کے لہرا رہی تھی، اتنے میں اس نے محسوس کیا کہ کئی ٹڈیاں اس کے جوتے میں بھی گھسی ہوئی ہیں۔

---

(۲)

وہی کیفیت قائم تھی ۔

سیونسن اور اس کی بیوی بھی اپنے شلجم اور آلو کے چھوٹے سے کھیت کو بچانے کی جدوجہد میں مصروف تھے ۔

کیتھرائن نے تنگ آ کر جوتے اتار کر ہاتھ میں لے لیے ، گھر پہنچنے کے بعد اس نے ایک ایک کپڑا اتارا اور ٹڈیوں کو جھاڑا ، جان چپ چاپ پڑا تھا ، کیتھرائن نے اسے پیار کیا ، اس سے میٹھی میٹھی باتیں کیں ، پھر اسے نہلایا ، پھر گود میں لے کر بستر پر لیٹ گئی ۔ وہ بہت بھوکا تھا کیتھرائن نے اسے کھلایا ، اور پنکھا جھلنے لگی ، وہ کھا پی کر سو گیا ، پھر چشمہ سے جا کر

پانی لائی۔

واپس آئی تو چارلز آچکا تھا۔ وہ سب سے پہلے پانی پر لپکا، اور کھڑے کھڑے ایک بڑا گلاس غٹاغٹ پی گیا، ہڈیوں کے کڑکنے کی آواز ہر طرف سے ایک بھنبھناہٹ کی صورت میں آرہی تھی، کیتھرائن نے رحم بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''چارلز اب تو ذرا دیر آرام کرلو۔''

چارلز بھڑک اٹھا، اس نے چیختے ہوئے کہا،

''یا تو میں اپنی فصل بچاؤں گا، ورنہ اسی کوشش میں جان دے دوں گا ——— یا اللہ! تم بھی میرا ساتھ چھوڑ رہی ہو!''

اس نے سامنے پڑے ہوئے ایک برتن پر ٹھوکر لگائی اور پھر چلا گیا جیسے وہ اس سے نفرت کرتا تھا۔

چارلز تپتی ہوئی دھوپ میں پھر مصروف عمل ہوگیا۔ کیتھرائن کو اندیشہ تھا کہیں اس کو لُو نہ لگ جائے، تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گلاس میں ٹھنڈا پانی بھر کر وہ اس کے پاس لے جاتی، وہ اس کی طرف دیکھے بغیر گلاس لیتا اور چڑھا جاتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کے پاس کھانا لے کر گئی، لیکن اس نے کھانے پر نظر بھی نہ ڈالی، اور خوفناک نگاہوں سے اس مداخلت بے جا پر اُسے گھورنے لگا۔ وہ ان نگاہوں کی تاب نہ لاسکی، وہ اسے کھیت

چھوڑنے کی ترغیب نہ دے سکی، جہاں جھلستی ہوئی دھوپ میں دیوانہ وار وہ
اِدھر سے اُدھر بھاگ رہا تھا، وہ گھر واپس آگئی، شام کو بے تاب ہو کر پھر
کھیت کی طرف گئی کہ جس طرح ہو سکے اسے واپس لائے، اسے سلا
لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی، اگر کچھ اطمینان تھا تو یہ کہ سورج ڈوب چکا تھا۔
تمازت ختم ہو گئی تھی،

جان کے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔ وہ بری طرح رو رہا تھا، کیتھرائن اب
اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی، اس نے پیپرمنٹ واٹر کے دو چمچے پلائے۔
اور پریشانی کے عالم میں اسے کاندھے سے لگا کر ٹہلنے لگی، آخر وہ سو گیا
اسے گود میں لیے لیے وہ پھر کھیت کی طرف چلی، قدم قدم پر ٹڈیوں کے
ڈھیر پاؤں تلے روندے جا رہے تھے، وہ آگے نہ بڑھ سکی، واپس آگئی
ٹڈیوں کے کترنے کی آواز بھنبھناہٹ کی صورت میں اس کے پردۂ گوش
سے برابر ٹکرا رہی تھی۔

صبح ہوئی کیتھرائن چائے اور ڈبل روٹی لے کر چارلز کے پاس گئی، اس
نے کھڑے کھڑے چائے پی لی، جیسے نہ جانے کب کا پیاسا پانی پی
ہو، پھر جلدی جلدی دو تین ٹکڑے ڈبل روٹی کے چبائے پھر بولا،
"شاید فصل کا کچھ حصّہ ہم بچا لیں، بہت نہیں، تھوڑا سا۔ میرا خیال
ہے فصل کا زیادہ نہیں تو دسواں حصّہ ابھی محفوظ ہے۔ یہ ٹڈیاں آخر سا

کھیت تو ہڑپ نہیں کر سکتیں، یہ ناممکن ہے۔ فصل کا کچھ نہ کچھ حصّہ ضرور بچ جائے گا، چلو کچھ نہیں تو آٹا کھانے کے لیے اور بیج دوسری فصل بونے کے لیے کام دے جائیں گے۔ لیکن مستعدی کی ضرورت ہے۔ جو قرض مجھ پر ہو چکا ہے، دوسری فصل کے وعدے پر مہلت حاصل کر لوں گا، بشرطیکہ فصل کا کچھ حصّہ بچانے میں کامیاب ہو سکوں۔"

کیتھرائن کو اُمید کی ہلکی سی روشنی نظر آئی، واقعی اگر تھوڑے سے گیہوں بھی بچ جائیں تو کھانے بھر کا تو ہو ہی جائے گا، موسم سرما آسانی سے گزار لیا جائے گا، گیہوں کی دوسری فصل جب تک نہیں اُگتی آلو اور پرندوں کا شکار کر کے گزر بسر ہو ہی جائے گی۔

سہ پہر کو جب کیتھرائن پھر باہر نکلی تو اس نے دیکھا ٹڈیوں نے بڑی حد تک گھاس کا بھی صفایا کر دیا ہے، جیسے کسی نے زمین سے اکھیڑ اکھیڑ کر پھینک دیا ہو، حیرت کی بات یہ تھی کہ زمین پر یہ اکھڑی ہوئی گھاس جو پڑی تھی، ہل رہی تھی، ٹڈیاں ابھی تک اپنے کام میں مصروف تھیں۔ کیتھرائن یہاں سے واپس ہو کر پانی بھرنے چشمے کی طرف گئی تو دیکھتی کیا ہے کہ انگور اور شفتالو کے درخت اس طرح کھڑے ہیں جیسے ایک برہنہ انسان، ایک پتی تک نہ تھی۔

چارلز کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، اس کا چہرہ تمتما رہا تھا، وہ کیتھرائن سے

کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن الفاظ حلق میں آکر اٹک جاتے تھے

بڑی مشکل سے دونوں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

"کیتھرائن میں کچھ نہ کر سکا!"

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہر کوشش ناکام ہو گئی۔ گیہوں کا ایک دانہ بھی نہ بچ سکا!"

اور پھر سامنے پڑی ہوئی بنچ پر وہ اس طرح گر پڑا جیسے کسی نے

دے کر اس پر گرا دیا ہو۔

کیتھرائن محسوس کر رہی تھی، ایسا ہو کر رہے گا، یہ اندیشہ اسی وقت

اس کے دل پیدا ہوا تھا جب گیہوں کے پہلے پودے کو اس نے سرنگوں

دیکھا تھا، ٹڈیوں کے کترنے کی آواز نے اسے پہلے ہی دن یقین دلا دیا

اب کچھ نہ بچے گا، آخر اس کا اندیشہ پورا ہوا۔ اور جیسے دل میں بیٹھا کو

رہا تھا، کاش ایسا نہ ہوتا۔

چارلز اسے خاموش دیکھ کر زیادہ بھڑک اٹھا، اس نے برہم لہجہ

"آخر تم منہ سے کیوں کچھ نہیں پھوٹتیں؟"

اور پھر اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے، شاید وہ ضبط گریہ

کر رہا تھا۔

کیتھرائن نے اپنے حواس قائم رکھے، یہ موقع کسی نہ کسی طرح چارلز

دبنے اور سنبھالنے کا تھا، وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور بولی،
"لیکن چارلز تم ہراساں کیوں ہوتے ہو؟ گیہوں نہیں ہیں، نہ سہی،
ہم ان کے بغیر بھی گزر کر لیں گے، آخر ایسا زمانہ بھی تو ہم نے گزارا ہے، ایک
دفعہ پھر اسی طرح زندگی کا آغاز کریں گے"
کینتھرائن کا کہنا پسج ہی تو تھا، لیکن ایک فرق تھا، پہلے چارلز مقروض
نہ تھا، اب قرض کے بوجھ نے اسے دبا رکھا تھا، کینتھرائن نے چارلز کے
پاؤں دھلائے، پھر ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس لاکر پلایا، اب تک
ضبط کی جتنی نمائش وہ کر رہی تھی دفعتاً وہ ظاہر ہو گئی، اس کے ہونٹ لرزنے
لگے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، خوش قسمتی سے چارلز
نے یہ منظر نہیں دیکھا، وہ دوسرے کمرہ میں لباس بدلنے گیا ہوا تھا۔ اسے
واپس آتا محسوس کر کے جلدی جلدی اس نے آنسو پونچھ لیے، گویا بالکل
نہیں روئی تھی۔

(۴۲)

چارلز پر اس وقت مایوسی اور نامرادی کا عجیب عالم طاری تھا - اس
آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے گر رہے تھے - یک بیک
کیتھرائن کو اس نے کھینچ کر بنچ پر اس جگہ بٹھا لیا جہاں وہ بیٹھا تھا، وہ محسو
کرنے لگی غم اور صدمہ نے اس کے قلب و دماغ کو ہلا دیا ہے - اس نے
محسوس کیا کہ جان کے پیدا ہوتے وقت جس طرح بے بسی سے اس نے
کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا، بالکل اسی طرح آج وہ اس پریشانی اور
کے عالم میں اس کا بازو پکڑ رہا ہے ——————— یہ غم اور صدمہ د
برداشت نہ کر سکتا تھا، کیتھرائن نے تسلی دیتے ہوئے کہا -
"کیوں اتنے پریشان ہوتے ہو چارلز ؟ ہم ہر طرح گزر کر لیں گے، ا

رہی تھی کہیں تمھیں لُو نہ لگ جائے ۔"

چارلز نے مرتعش آواز میں کہا ،

"لیکن کیتھرائن مجھے قرض کی فکر مارے ڈال رہی ہے، کتنی بڑی حماقت کر بیٹھا، میں تو قرض کے بوجھ تلے دبا ہوا ہوں، یہ کس طرح ادا ہو گا ؟ ایک ہزار روپیہ مجھے دینا ہے، پھر سب سے بڑھ کر مصیبت یہ کہ موسم سرما گزارنے کے لیے نہ ہمارے پاس اناج ہے نہ بیج ۔

کیتھرائن نے بہت زیادہ نرم اور شیریں انداز میں کہا ۔

"یہ طوفان گزر جائے گا، خدا نے چاہا تو اس بوجھ سے ہم آزاد ہو جائیں گے، تم بہت تھکے ہوئے ہو تمھارا بند بند تھکا ہوا ہے، تھوڑی دیر سو رہو طبیعت سنبھل جائے گی ۔"

چارلز نے کیتھرائن کی بات مان لی، بستر پر لیٹ گیا ۔ واقعی اتنا تھکا ہوا تھا کہ فوراً سو گیا، صبح کو جب وہ اُٹھا تو چہرے پر جھُریاں پڑی ہوئی تھیں اور آنکھیں پھول کر کپا ہو گئی تھیں ۔ کیتھرائن نے اسے ناشتہ کرایا اور پھر بستر پر لٹا دیا، بستر پر گرتے ہی وہ سو گیا، نہ جانے یہ غفلت تھی یا نیند، کیتھرائن پاس بیٹھ گئی کہ نیند میں خلل نہ پڑنے پائے، خود اس کا سر بھی بھاری ہو رہا تھا، اس نے بیٹھے بیٹھے میز کا سہارا لے کر سر بازو پر رکھ لیا، دفعتہً اس کے کانوں میں ایک عجیب سی آواز آئی ۔ کھرچنے کی ، رگڑنے کی ، کاٹنے کی آواز

اس نے سب سے پہلے جان کو کپڑے میں لپیٹا، پھر جو نظر دوڑائی تو سارا گھر ٹڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سینکڑوں، ہزاروں کی تعداد میں اپنے کترنے والے جبڑوں سے ٹڈیاں مصروفِ عمل تھیں۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے اوپر نیچے وہ سراپا جنبش بنی ہوئی تھیں وہ چلائی۔

"چارلز! چارلز! ——"

اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا، اور چرچرا کر بہت سی ٹڈیاں دب کر مر گئیں، وہ ایک مرتبہ پھر چلائی،

"چارلز! ——"

چارلز بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، اس نے کہا،

"کیتھرائن کیا بات ہے؟ تم اچھی تو ہو؟"

کیتھرائن کے دانت بج رہے تھے، وہ پھر چلائی۔

"خدا کے لیے انھیں مار ڈالو، یہ ٹڈیاں گھر میں گھس آئی ہیں، کہیں یہ ہمیں نہ کھا جائیں، جلدی کرو، اٹھو، مارو، مار ڈالو انھیں۔"

شام کا اندھیرا چھا چکا تھا، چارلز نے جلدی سے لمپ جلایا اور اس نے بے تحاشا ٹڈیوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ کیتھرائن کانپتی ہوئی یہ منظر دیکھ رہی تھی، ٹڈیاں چھت پر، دیوار پر، برتنوں میں، بستر پر، فرش پر، کرسی پر، میز پر، ہر جگہ سینکڑوں کی تعداد میں موجود تھیں۔ چارلز نے

انھیں پاؤں سے کچلا، ڈنڈے سے مارا، برتن اٹھا اٹھا کر پھینکے، پتھر وے دے مارے، بڑی دیر تک یہ عمل جاری رہا، پھر اس نے پانی کے برتن پر نظر ڈالی کیتھرائن چلائی۔

"اسے باہر پھینک دو، اس میں بھی بھری ہوئی ہیں۔"

پھر وہ دروازہ کھولنے چلی، چارلز نے کہا،

"خبردار! دروازہ نہ کھولنا، نہ جانے اور کتنی آجائیں، میں انھیں پانی گرم کر کے ابال دوں گا۔"

کیتھرائن اپنے حال زار پر دل ہی دل میں کُڑھ رہی تھی، اتنے میں جان چیخا۔ کیتھرائن دوڑی دوڑی گئی۔ چادر ہٹا کر دیکھا تو ایک ٹڈی اس کے گال پر بیٹھی اپنے قینچی کے سے پروں اور پیروں کے ساتھ رینگ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اسے پھینکا اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، چارلز نے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا، پھر بھی وہ روئے جا رہی تھی۔

ساری رات یہ ٹڈیاں اسی طرح یلغار کرتی رہیں، دوسرا دن بھی ان کی یورش کا مقابلہ کرتے گزرا، چارلز کو گھوڑے یاد آئے، وہ ان کی خبر لینے بھاگا، جب واپس آیا تو کیتھرائن نے اس سے کوئی سوال نہ کیا، دن بھر دونوں میاں بیوی دروازہ بند کیے گھر میں بیٹھے رہے۔

دوسرے دن چارلز نے کہا۔

"ریل جا رہی ہے، ان کا طوفان اس پر اثر انداز نہیں ہو سکا، میں کو
کام تلاش کرنے جاتا ہوں۔"

کیتھرائن اچھی طرح محسوس کرتی تھی کہ چارلز کو ریلوے کمپنی کی مزدور
کرنے سے کتنی نفرت ہے، بے شک نقل وطن کرنے کے بعد کچھ رو
اس نے یہ مزدوری کی تھی، لیکن اب گزشتہ ایک سال سے وہ اپنی زمین
کا، اپنے کھیت کا، اپنے گھر کا مالک تھا، آزاد، اب پھر اسے دوسرے
لوگوں کے احکام بجالانا پڑیں گے۔ سر جھکا کر ان کی تلخ اور ترش باتیں
سُننا پڑیں گی، لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا!

سہ پہر کو چارلز نے دروازہ کھولا، جتنے پر اسرار طور پر یہ ٹڈی دل آیا تھا
اسی طرح واپس جا رہا تھا۔ زمین ان کے وجود سے آزاد ہو چکی تھی، ایسا
معلوم ہوتا تھا جیسے گرد و غبار کا طوفان آسمان کو ڈھکے ہوئے ہے، یہ
ٹڈی دل تھا جو واپس جا رہا تھا۔

سارا گیاہستان اُجڑ گیا تھا۔ نہ سبزے کا کہیں نشان تھا نہ کوئی پتی یا
کونپل نظر آتی تھی۔ یہ طوفان چلا گیا لیکن بہت سی مصیبتیں چھوڑ گیا چشمے
کے پانی پر بے شمار ٹڈیوں کی لاشیں تیر رہی تھیں، صاف پانی نایاب
ہو چکا تھا، چارلز نے کہا۔

"میں تمھیں پریشان کرنا تو نہیں چاہتا، لیکن یہ سُن لو کہ گھوڑے کل سے پیاسے ہیں، اس گرمی میں انھیں دو دن پیاس سے بھٹکتے گزر گئے ہیں، اور چشمے کا یہ حال ہے کہ وہ ہڈیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا ہے۔"

سورج ڈوبنے کے بعد چارلز نے دلدل کی زمین میں ایک گڑھا کھودنا شروع کردیا، سیونسن بھی اس کا ہاتھ بٹانے آگیا، دونوں نے مل کر ایک بہت گہرا گڑھا کھود لیا، اور اب پانی کا انتظار کرنے لگے

آدھی رات کے قریب پانی آیا، پھر جاکر چارلز نے اپنے گھوڑوں کو اور سیونسن نے اپنے بیلوں کو پلایا، سیونسن کی بیوی ایک گھڑا بھر کر پانی گھر لے گئی، کیتھرائن ابھی جا رہی تھی کہ چارلز کیچڑ میں لت پت لیکن ہشاش بشاش واپس آیا، اور اس نے آتے ہی پانی کا ایک جام اسے پیش کیا، گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر بیتابی سے وہ پینے لگی، پھر چارلز نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے، گھوڑے ٹھیک ہیں، مجھے یقین ہے میں کام حاصل کرلوں گا!"

کیتھرائن نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے بھی یہی امید ہے ——— خدا کا شکر ہے گھوڑے بچ گئے چارلز اب تم سو رہو، صبح جلدی اٹھنا ہے۔"

صبح سورج نکلنے سے پہلے چارلز بیدار ہوگیا۔ یہاں سے قریب
ریلوے مزدوروں کا کیمپ بیس میل کے فاصلے پر تھا، اور وہ وقت ض
کیے بغیر جلد از جلد وہاں پہنچ جانا چاہتا تھا، اس نے کیتھرائن سے کہا۔
"اگر مجھے کام مل گیا تو میں وہیں ٹھہر جاؤں گا۔ کوشش کروں گ
تمھیں اطلاع بھیج دوں، لیکن اگر کل رات تک واپس نہ آؤں تو پر
نہ ہونا۔"
"نہیں، میں پریشان نہیں ہوں گی" کیتھرائن نے کہا۔
"سیوٹنسن اچھا دوست ہے، وہ تمھاری دیکھ بھال کرتا رہے گا
میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ بہت خوشی سے اس کام کو انجام دوں گا
چارلز نے کہا۔
چارلز نے کیتھرائن کو الوداعی بوسہ دیا، پھر اس کا چھکڑا اٹھاتی
لالٹین کی روشنی میں روانہ ہوگیا۔ چلتے وقت اس نے ننھے جان کے گا
کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
"دیکھنا بیٹے اپنی ماں کو پریشان نہ کرنا۔"
وہ چلا گیا، کیتھرائن دہلیز پر کھڑی تھی۔ اس کے کانوں میں ج
کا نغمہ گونج رہا تھا —— یہ نغمہ اسے خوش کرنے اور تسلی دینے کے
تھا۔

(۴)

دوسرے دن کیتھرائن جب بیدار ہوئی تو اس ویرانے کو دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لی، بے آب و گیاہ زمین کے سوا اب یہاں کیا تھا، ہر طرف جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے سوراخ نظر آرہے تھے۔ جہاں ٹڈیاں اپنے انڈے چھوڑ گئی تھیں۔

کیتھرائن نے دلدل کے گڑھے سے پانی لیا اور جاکر بچے کو نہلایا اس کے اور اپنے کپڑے دھوئے۔ کپڑوں پر ٹڈیاں جو داغ دھبے چھوڑ گئی تھیں، وہ کسی طرح نہ مٹ سکے۔ دلدل کا یہ پانی کافی گدلا تھا، پینے کے قابل نہ تھا، اس نے اسے نتھارا اور اُبالا، پھر اپنے لیے چائے بنائی ذراسی چائے کی پتیاں رہ گئی تھیں، وہ بھی ختم ہو گئیں۔ سارا دن تنہائی اور

پریشانی میں گزرا، آخر رات آگئی - چارلز واپس نہ آیا، اس سے کیتھراین
کو ڈھارس بندھی کہ شاید اس کو کام مل گیا، اب کچھ قرضہ ادا کیا جا سکے گا
آنے والے جاڑوں کے لیے ضروریات زندگی مہیا کی جا سکیں گی اور اگلے
سال کے لیے بیجوں کا انتظام بھی ہو جائے گا - یہی باتیں سوچتے سوچتے وہ
سو گئی - صبح بیدار ہوئی تو حوصلہ قائم تھا، ٹڈی دل کے طوفان نے مایوسی
اور اضمحلال کی جو کیفیت طاری کر دی تھی، اب وہ نہیں تھی - چشمہ بھی صاف
ہو گیا تھا - اس نے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہا، جس نقصان پر ہم
کڑھ رہے ہیں، یہ کوئی حقیقی نقصان نہیں ہے پہلے ہم نے کب فصلیں
اگائی تھیں؟ پہلے ہم کب اپنے گھر کے مالک تھے؟ یہ ساز و سامان جو گھر
میں بکھرا پڑا ہے، پہلے ہمارے گھر میں کب تھا؟ چارلز کو اب کام مل گیا
ہے - ہماری زندگی اب نئے سرے سے شروع ہوگی - اگلے سال
جان کے لیے ایک گائے ضرور خریدیں گے - یہ سوچتے سوچتے اسے…
تنگ و تاریک گھر سے اسے پھر نفرت ہونے لگی - اس نے دل ہی دل
میں حقارت سے کہا "یہ بھی کوئی گھر ہے" پھر اسے اپنے بد قسمت بچے
پر پیار آیا اور وہ اسے چومنے لگی، پریشان حال چارلز یاد آیا اور وہ اس
کے لیے کڑھنے لگی، وہ دوسروں کے لیے کام کرنے پر مجبور ہو گیا تھا تنہائی
نے اسے قسمت کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کر دیا تھا - یہ کتنا

بڑا ظلم تھا کہ وہ تنہا تھی۔ چارلز اس کے پاس نہ تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ ہم اس مصیبت کے مستحق تھے؟ پھر وہ چیخ پڑی، یہ انصاف نہیں ہے۔

اس نے جان کو بستر پر لٹا دیا، وہ سو رہا تھا، پھر دروازہ بند کیا اور ایک کھرپا اور ٹوکری لے کر گرم اور گرد آلود ہوا کے جھکڑ سہتی، کھیت کی طرف روانہ ہوئی، جہاں چارلز نے زمین کے ایک نئے قطعہ پر آلو بوئے تھے بہت احتیاط سے اس نے زمین کھود کر آلو نکالے، اور بڑی احتیاط سے ٹوکری میں رکھے۔

سیونسن اور اس کی بیوی بھی آلو کھودنے میں لگے ہوئے تھے کیتھرائن گھر آئی، بچے کو نہلایا، کپڑے پہنائے اور کھانا کھلایا، پھر اسے گود میں لے کر سیونسن کے ہاں چلی گئی، اس کا خیال تھا کہ وہاں جا کر طبیعت کچھ بہل جائے گی۔

سیونسن کی بیوی حسب معمول بڑے تپاک سے ملی اور اس جنگ کا حال بیان کرنے لگی جو اس نے اور اس کے شوہر نے ٹڈیوں سے لڑی تھی، اس نے شہد کی مکھیاں پال رکھی تھیں، کہنے لگی ہماری مکھیوں نے ٹڈیوں کے گروہوں پر زوردار حملہ کیا لیکن کچھ چل نہ سکی، کمبختوں نے صفایا کر دیا۔ کچھ تھوڑی سی گاجریں، شلجم اور آلو بچ سکے، ایسا معلوم ہوتا تھا پانی کی کمی کے باعث وہ منہ بھی نہ دھو سکی تھی، انتظار میں تھی کہ

سیونسن پانی لائے تو کام چلے۔

کیتھرائن نے اندازہ کیا سیونسن کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا ہے۔ اس کے آلو، شلجم، گاجر اور شہد کی مکھیاں بالکل محفوظ ہیں۔ اگر ٹڈیوں کا طوفان نہ آتا تو جو کچھ ان کے پاس ہے، اس سے کچھ بہت زیادہ نہ ہوتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قسمت نے سیونسن کو مزدوری کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ وہ اپنی بیوی کے پاس ہے، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس پر کوئی قرض نہیں ہے یہ باتیں سوچ کر وہ کچھ اور زیادہ غمگین ہو گئی۔

کیتھرائن نے سیونسن کی بیوی کو اپنی ساری کتھا بھی سنا ڈالی، اس نے اپنی اور چارلز کی دکھ بھری کہانی پوری تفصیل سے بیان کی۔ دفعتہً وہ چپ ہو گئی، اسے چارلز یاد آ رہا تھا، وہ چارلز کو دیکھنا چاہتی تھی، اس کے بغیر سب کچھ بیکار تھا، اس کے چلے جانے سے وہ کچھ نہیں رہ گئی تھی۔ اس کے لیے وہ اس طرح تڑپ رہی تھی، جیسے یہ جدائی ناقابل برداشت تھی، آنسو گوشۂ چشم تک آ کر رک گئے۔ اس نے منہ پھیر کر آنسو پونچھے، سیونسن کی بیوی نے اسے آغوش میں لے لیا اور وہ پھوٹ پڑی۔

سیونسن کی بیوی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"مت گھبراؤ، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ تنہائی کی فکر بھی نہ کرو

کبھی تم یہاں آجایا کرو، کبھی میں وہاں آجایا کروں گی۔"
پانچ دن کے بعد رات کے وقت چارلز واپس آیا، کیتھرائن جان کو سلا رہی تھی کہ جھکڑے کی آواز سنائی دی تو جلدی سے باہر پہنچی چارلز آگیا تھا۔
"کیتھرائن نے فوراً لالٹین جلائی، چارلز کا چہرہ گرد سے اٹا ہوا تھا اس کے معنی یہ تھے کہ سارا دن دھوپ اور گرد میں تپتے اور جھلستے یہ سفر اس نے طے کیا۔
"میں آگیا!" چارلز نے تلخی کے ساتھ کہا۔
"بہت تھکے ہوئے ہو، آرام کرو۔" کیتھرائن بولی۔
"مجھے کام نہیں مل سکا۔" چارلز نے بتایا۔
یہ بات اسی وقت اس کے دل میں کھٹکی تھی جب اس نے چارلز کو دیکھا تھا۔ وہ بولی۔
"کوئی حرج نہیں، تم تو آگئے۔"
کیتھرائن محسوس کر رہی تھی کہ اس وقت چارلز کے تاثرات کیا ہیں! جو شخص اپنی بیوی کو خوش نہ رکھ سکے، اسے شادی کرنے کا حق ہی کیا ہے یہ سوچ کر وہ کانپ اٹھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کس طرح چارلز کو تسلی دے۔ کوئی دکھ بھی دکھ نہیں ہے اگر وہ اور چارلز پاس پاس ہوں وہ اب یہاں تھا، اس نے آتے ہی اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔ جولز، ت

جو کیف اس یکجائی میں تھا اس کے سامنے ہر دکھ ہیچ تھا۔ اب معلوم ہو رہا تھا چارلز کی حالت غیر ہوتی جا رہی ہے۔ کیتھرائن نے اسے بار بار تسلّی دی، دل ہی دل میں اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ایک ڈبل روٹی مل گئی تھی فوراً ہی اس نے ایک میٹھا توس بھی تیار کر لیا۔ جلدی جلدی آلو بھی ابال لیے، اتفاق سے چائے کی کچھ پتیاں بھی پڑی ہوئی مل گئیں۔ صرف ایک پیالی بن سکی اور وہ اس نے چارلز کے سامنے رکھ دی۔ واش بیسن میں اس نے تازہ پانی بھر دیا اور تولیہ کھونٹی پر ٹانگ دیا، منہ ہاتھ دھو کر جب چارلز آیا تو گرم گرم کھانا تیار تھا۔

چارلز کے چہرے پر جھریوں نے بڑھاپے کی کیفیت طاری کر رکھی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں کہا، بیس سال کے اس نوجوان کو مصیبت کیا سے کیا بنائے دے رہی ہے۔

کھانے کے دوران میں دونوں نے بہت کم بات چیت کی۔ کیتھرائن گو خاموش تھی، لیکن اس کا دل چیخ رہا تھا۔ چارلز تم میرے پاس رہو، یہیں رہو، کہیں نہ جاؤ، میں تمھاری جدائی برداشت نہ کر سکوں گی۔

کھاتے کھاتے چارلز نے چائے کی پیالی اور آلو کی پلیٹ پرے کھسکا دی، دونوں بازو سینے پر رکھ کر میز سے ٹک گیا، اس کے چہرے

پر خشونت کے آثار نظر آرہے تھے، اس نے کہا۔

"اس سارے علاقے میں کوئی کام نہیں ہے!"

کیتھرائن نے کچھ نہ کہا وہ جانتی تھی اگر مزدوری مل سکتی تو چارلز کو ضرور ملتی، چارلز بولا۔

"بلکہ اب تو تخفیف کا کلہاڑا ابھی چل رہا ہے۔ جسے دیکھو وہ کام کا متلاشی ہے۔ بہت سے لوگ جدھر سینگ سماتا ہے بھاگ رہے ہیں۔ جو لوگ مکان بنا رہے تھے، اُنھوں نے تعمیر روک دی ہے۔ دُکان داروں کی حالت کساد بازاری نے تباہ کر دی ہے۔ مزدور بے روزگار ہیں۔ کیتھرائن اب تو لوگ بھیک مانگنے لگے ہیں۔ ٹڈیوں نے کئی سو میل تک ہر چیز کا صفایا کر دیا ہے۔ تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس قہر خدا نے کیا ستم ڈھائے ہیں۔ ایک آدمی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ باحال زار مجھے ملا تھا۔ باتیں کرتے کرتے بچوں کی طرح رو پڑا۔

کیتھرائن نے ان سب باتوں کو ایک کان سنا دوسرے کان اڑا دیا۔ اگر چارلز اس کے پاس ہے تو پھر کوئی غم نہیں، کوئی فکر نہیں، اس نے دل دہی کے لہجے میں کہا۔

"اللہ کا شکر ہے، ہمیں بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں۔"

چارلز نے خشونت بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہتی ہو کیتھرائن؟ تمھیں نہیں معلوم حالات کی نامساعدت کا کیا عالم ہے؟ بتاؤ جان کو بھوک سے تڑپتا اور تمھیں پریشان ہوتا میں کس طرح دیکھ سکتا ہوں، میں ہر جگہ جانے، ہر کام کرنے کو تیار ہوں لیکن خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے کام ملے گا یا دریوزہ گری کرنا پڑے گی، نوکری کی تلاش بھی دریوزہ گری ہی تو تھی، مگر میں دھتکار دیا گیا۔"

کیتھرائن اپنے اعصاب پر قابو پا چکی تھی۔ اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں چارلز حالات اتنے بُرے نہیں ہیں۔ دلدل کی گھاس گھوڑوں کے لیے کافی ہے، ہم آلوؤں سے گزارا کر لیں گے اور تم شکار کر لایا کرو۔"

چارلز نے اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"کیا تمھارا مطلب یہ ہے کہ میں یہیں رہ پڑوں؟ خالی آلوؤں سے کیا ہوگا؟ آٹا کہاں سے آئے گا؟ نمک بھی چاہیے، شکر بھی، میں اور تم تو کسی طرح گزارا کر لیں گے، لیکن بچّے کا کیا ہوگا؟"

پھر چارلز نے میز پر زور سے ایک مکّہ مارا اور کہا۔

"اور میں شکار بھی تو نہیں کر سکتا۔ نہ میرے پاس بارود ہے، نہ چھرے، اور پھر قرض! اس کا کیا ہوگا؟"

چارلز نے فیصلہ کن لہجے میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔
"ہمیں یہ گھر چھوڑنا پڑے گا، ہمیں یہ زمین چھوڑنی پڑے گی، قسمت آزمائی کے لیے ہمیں بھی مشرقی علاقے کا رُخ کرنا پڑے گا۔"
"ہمیں یہ گھر چھوڑنا پڑے گا؟ نہیں چارلز، ایسا نہ کہو!" کیتھرائن بولی
چارلز نے اور زیادہ جوش کے ساتھ کہا۔
"ہاں! ہمیں ٹھوس حقیقت کا سامنا کرنا چاہیئے، یہ گھر ہمیں چھوڑنا ہی پڑے گا!"
یہ کہہ کر برہمی کے عالم میں وہ کیتھرائن کو گھورنے لگا۔ کیتھرائن نے محسوس کیا یہ غصّہ اس پر نہیں، حالات پر ہے، چارلز بولا،
"میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا اگر چوری کر سکوں، ڈاکہ مار سکوں، آہ، تمھیں بھی اپنے شوہر پر کتنا ناز ہوگا! مجھ سے شادی کر کے، کتنی پشیمان ہو رہی ہوگی، میں تمھیں سُکھ نہ دے سکا، آرام نہ پہنچا سکا۔"
بیتابی کے ساتھ کیتھرائن بولی،
"ایسی باتیں نہ کرو چارلز!"
چارلز نے اسی خود فراموشی کے عالم میں کہا۔
"کتنا بڑا گناہ کیا میں نے قرض لے کر! کتنا ذلیل ہونا پڑا ہے

مجھے اپنی اس مجبوری کے باعث، کیتھرائن میں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، ہر ہر کیمپ میں اٹھ ستر میل کا چکر لگایا، محض اس اُمید پر کہ شاید کام مل جائے، اور واپسی میں ولیم مل گیا۔ جس کا میں مقروض ہوں، وہ میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا نکالو پیسے حساب صاف کرو، میں نے اس سے مہلت مانگی، اس نے کہا۔

"مہلت؟ اب مہلت نہیں مل سکتی، اب حساب بے باق کرو ورنہ میں تمہارے اس چھکڑے اور گھوڑوں کو قرق کرا لوں گا۔"

کیتھرائن چیخی۔

"نہیں ایسا نہیں ہوگا، وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

چارلز نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"وہ ایسا ضرور کرے گا، قانون یہی ہے، ولیم نے مجھ سے کہا تھا، تو چور ہے، اٹھائی گیرا ہے، میں یہ سن کر خاموش ہو گیا تھا، میں نے وعدہ کیا تھا کہ موسم سرما میں ضرور حساب بے باق کر دوں گا، تب جا کر پیچھا چھوٹا، پھر میں ہینڈرسن کے پاس گیا تاکہ اس سے بارود اور چھرے لے سکوں، اس نے سوکھا منہ بنا کر معذرت کر دی۔ اس نے کہا "مجھے بہت افسوس ہے کہ یہ مال میرے پاس نہیں ہے۔" میں اس سے بھیک نہیں مانگ رہا تھا، خیرات نہیں طلب کر رہا تھا لیکن

جب تک پہلا قرض نہ ادا ہو جائے دوسرا دینے پر وہ تیار نہ تھا۔ کیتھرائن پھر بھی تم کہتی ہو کہ کوئی پروا نہیں؟ حالانکہ حال یہ ہے کہ زندگی بسر کرنے کا کوئی سامان نہیں، سوچتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں، جاڑے آئیں گے تو تم کیا کرو گی؟ ننھا جان کیا کرے گا؟ نئی فصل بونے کے لیے بیج تک نہیں!"

کیتھرائن بات کرتے ڈر رہی تھی۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ شاید چارلز اپنے آپ سے نفرت کرنے لگا ہے۔ اگر وہ خود اعتمادی سے محروم ہو گیا ہے تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا، مر جائے گا۔ اس نے سوچا میں اس سے محبت کرتی ہوں، لیکن خود اعتمادی سے محروم ہو کر چارلز چارلز نہیں رہ جائے گا، وہ کچھ اور بن جائے گا، وہ مٹ جائے گا، تباہ ہو جائے گا۔ اسے اپنی خود اعتمادی سے محروم نہیں ہونا چاہیے، یہ سب سے قیمتی پونجی ہے۔ اسے باقی رہنا چاہیے، اس کی حفاظت کرنی چاہیے یہ کیفیت اس لیے ہے کہ وہ محسوس کر رہا ہے کہ وہ میری رکھوالی نہیں کر سکتا۔

کیتھرائن نے فیصلہ کر لیا، کسی قیمت پر گھر نہیں چھوڑیں گے۔۔ ۔ خوشی کا وہ زمانہ پھر واپس آئے گا، اس گھر میں پھر وہی رونق اور چہل پہل ہو گی، ہم دونوں جب یہاں آئے تھے، کتنے خوش تھے، وہ سفر، وہ مناظر وہ آسودگیٔ قلب و نظر، وہ بے فکری، یہاں آکر یہ سب

چیزیں چھن گئیں، اب اگر مشرقی علاقے کی طرف خانماں برباد بن کر ہم جاتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے ہتھیار ڈال دیے، شکست قبول کر لی۔ یہ جھگڑا ہو گا اور ہمارا آشفتہ حال، آشیاں برباد قافلہ۔ دن کی دھوپ اور رات کا حبس۔ میرا ننھا جان بلبلائے گا، تڑپے گا، روئے گا، چھکڑے کی تنگ دنیا میں گھٹے گا۔ راستہ بھر چارلز اسے محسوس کرے گا، اور ہر شخص راستہ میں جس سے مڈبھیڑ ہو گی یہ خیال کرے گا کہ ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے، اپنے بسائے ہوئے گھر میں نہ رہ سکے۔

"ایسا کیوں نہیں کرتے کہ موسم سرما آنے تک مشرقی علاقے میں چلے جاؤ، اور جو کام مل سکے شروع کر دو۔ اگر ہم نے اپنی جگہ نہ چھوڑی اپنے گھر میں جمے رہے تو ولیم اور ہینڈرسن ہمیں ضرور مہلت دے دیں گے، انھیں اطمینان رہے گا کہ ہم بھاگے نہیں جاتے۔" کیتھرائن نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ لمبا سفر کر کے پانچ مہینے کی مدت میں پھر کس طرح یہاں واپس آسکیں گے؟" چارلز نے بے دلی کے ساتھ کہا "جان کی وجہ سے ہمیں اپنی رفتار سست رکھنی پڑے گی، ہماری غیر حاضری میں، بلکہ ہمارے رخصت ہوتے ہی کوئی نہ کوئی طالع آزما

اس گھر پر ضرور قابض ہو جائے گا، اتنی جگہ خالی ملے اور چھوڑ دے، کہیں ایسا ہو سکتا ہے؟ اور پھر جب کہ مکان کے ساتھ اتنی اچھی اور موقع کی زمین پر بھی مفت بغیر کسی دوڑ دھوپ اور محنت کے قبضہ حاصل ہو رہا ہو؟"

چارلز کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کیتھرائن اور جان کے بغیر کے بھی وہ جا سکتا ہے۔

"کس کی مجال ہے کہ میری موجودگی میں اس گھر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔" کیتھرائن نے مضبوط اور پر عزم لہجے میں کہا۔

چارلز بھونچکا ہو گیا اس نے حیرت سے کیتھرائن کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ ——————!"

"تم جب یہاں نہیں ہوتے ہیں تنہا ہی رہتی ہوں ۔ اس سے کیا بحث کہ تم کہاں ہو۔ خواہ ریلوے مزدوروں کے کیمپ میں کام کرو جو یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے، یا مشرقی علاقہ میں جو یہاں سے بہت دور ہے، بات ایک ہی ہے!" کیتھرائن نے اپنی آواز میں ذرا بھی لرزش پیدا نہ ہونے دی۔ "میں یہاں بڑے اطمینان سے رہوں گی ذرا بھی فکر یا اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ جب کہ سیونسن اور اس کی بیوی بھی پڑوس میں موجود ہیں!"

چارلز کچھ دیر ہکا بکا بیٹھا رہا، پھر اس نے اسے اپنے بازوؤں میں گھسیٹ لیا اور بولا۔

"کیتھرائن! پیاری کیتھرائن! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تم یہ برداشت کر لو گی؟"

"ہاں، کیوں نہیں!"

چارلز کا بدن لرز رہا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میں تمھیں چھوڑ کر نہیں جا سکتا، میں تم سے جدا نہیں رہ سکتا، میں تُمھیں ایک لمحے کے لیے بھی اب کبھی اپنے سے جُدا نہیں ہونے دوں گا بس یہ ہے آخری بات ہے اس سلسلہ میں!"

کیتھرائن نے محسوس کیا کہ اگر جذبات کی رو میں وہ بہ گئی تو چارلز کی خود اعتمادی ضرور متزلزل ہو جائے گی، اور اس کے معنی ہوں گے اس کی موت، آج اگر یہ مختصر جدائی نہ برداشت کی گئی تو ہمیشہ کے لیے جدا ہونا پڑے گا!

ساری رات دونوں باتیں کرتے رہے۔ جان دونوں کے درمیان حدِ فاصل بنا پڑا تھا اور راحت کی نیند سو رہا تھا، کیتھرائن چارلز کو یقین دلا رہی تھی کہ اس کی عدم موجودگی میں اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہو گی۔

"تم ریلوے کیمپ میں کام کرو یا مشرقی علاقے میں، بہرحال مجھ سے دُور ہو گے، اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ پچیس میل دُور ہو یا سیکڑوں میل۔ میں تنہائی کے یہ دن گزار لوں گی۔"

(۵)

دو دن اس طرح گزر گئے کہ پتا بھی نہ چلا۔

تیسرے روز چارلز روانہ ہو گیا۔

جانے سے پہلے آلو اور شلجم کی فصل اچھی طرح بوتا گیا۔ کیتھرائن نے اس کام میں اس کی پوری پوری مدد کی۔ اس نے دلدل کے گڑھے کو اور زیادہ گہرا کر دیا، اور اس کے اوپر ایک چرخی لگا دی تاکہ وہ آسانی سے صاف پانی کا ڈول کھینچ لیا کرے۔ شام کا وقت دونوں نے سیونسن کے ہاں گزارا، اور رات کی چاندنی میں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے پیار و محبّت کی باتیں کرتے اپنے گھر واپس آئے۔ جان چارلز کے کندھے سے لگا سو رہا تھا۔

آخر کار یہ فصل بہار ختم ہوئی اور چارلز ضروری اوزار لے کر اپنے چھکڑے میں بیٹھ گیا، اور مشرقی علاقے میں جانے کے لیے شہر کی طرف روانہ ہو گیا

یہ بڑا تکلیف دہ منظر تھا، کیتھرائن کو اس کے ساتھ جانا چاہیئے تھا، لیکن اس موقع پر وہ یہاں تنہا رہنے پر مجبور تھی، کافی دور تک وہ ساتھ ساتھ گئی، لیکن آفتاب کی تمازت بڑھ گئی تھی، جان گھبرانے لگا تھا، مجبوراً واپس آ گئی۔

حتیٰ الامکان چارلز نے کیتھرائن کی راحت و آسائش کا پورا پورا انتظام کر دیا، آٹا، نمک، گڑ، شکر، مٹی کا تیل اور سیر بھر چائے کی پتیاں رکھ گیا، یہ چیزیں خریدنے کے لیے اس نے اپنی بعض چیزیں فروخت کر دی تھیں، اسے یقین تھا کہ اس کے آنے تک سلیقہ مندی اور سگھڑاپے سے کیتھرائن ان چیزوں کو چلالے گی۔

روانہ ہونے سے پہلے چارلز نے کیتھرائن سے پوچھا تھا۔

"واقعی تمہارا یہ خیال ہے کہ ولیم ہمارے گھوڑوں کو قرق نہیں کرا سکیگا؟"

یہ کہتے ہی وہ تلملا اٹھا، کیتھرائن نے کہا تھا۔

"چارلز غور تو کرو ———"

لیکن چارلز قطع کلام کرتا ہوا بولا۔

"پہلے میری بات سنو، میرے پاس شہر سے پرفنداز آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے، اس نے کہا، اس طرح کا ناگوار اور تکلیف دہ کام کرتے ہوئے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر قساوت کیا

ہو گی کہ کسی آدمی سے اس کے گھوڑے چھین لیے جائیں، لیکن فرض ہے
اگر ولیم کا قرض بے باق نہیں ہوتا تو میں یہ ناخوشگوار فرض انجام دینے پر مجبور
ہوں۔ میں نے کہا، میرے بھائی یہ کام کس طرح انجام دو گے؟ وہ بھلا آدمی
تھا، کہنے لگا۔ اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ جو سامان اپنے ساتھ لے جانا
ہو اسے جہاں چاہو پہنچا آؤ اور گھوڑے واپس لا کر میرے حوالے کر دو۔
میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔ کیتھرائن میرا خیال ہے اس طرح اس نے ہمیں موقع
دیا ہے کہ جلد از جلد ہم اس علاقے سے کہیں دور نکل جائیں، اس کی دسترس
سے باہر ہو جائیں کل صبح جب وہ آئے گا تو حیرت ظاہر کرتا ہوا کہے گا
"یہ کم بخت چارلز کہاں بھاگ گیا؟ ولیم صاحب بھی کھاتہ بغل میں
تصویرِ حیرت بنے کھڑے رہ جائیں گے۔"

چارلز نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے مزید کہا۔

"اور کیتھرائن جانتی ہو اس مشورے کا راز کیا ہے؟ بات یہ ہے
بیشک اگر ولیم چاہے تو اسے گھوڑے مل جائیں گے۔ لیکن یہ اس کے
لیے کوئی تحفہ نہیں ثابت ہوں گے۔ اسے اپنے پاس سے دانہ
چارہ کھلانا پڑے گا اور ان سے کوئی خاص کام بھی نہ لے سکے گا
کا سارا موسم ان مہمانوں کی خاطر داشت میں بسر ہو جائے گا۔ یہ کتنی
کی بات ہے، وہ اپنی گرہ سے گھوڑوں کو کھلائے پلائے گا۔

جب میں واپس آؤں گا، انھیں واپس لے لوں گا - جو کچھ کھلانے پلانے کا خرچہ آیا ہوگا وہ بٹے کھاتے میں گیا۔"

چارلز نے مسکراتے ہوئے کیتھرائن سے پوچھا،

"کیا کہتی ہو؟"

وہ ہنسنے لگی، دونوں ہنسنے لگے - بڑی دیر تک قہقہوں کا سلسلہ جاری رہا - تھوڑی دیر کے لیے اس ہجوم نشاط میں کیتھرائن نے یہ فراموش کر دیا کہ صبح وہ رخصت ہو جائے گا - ذہنی طور پر دونوں ولیم کی سوختہ سامانی کے تصور سے بہت محظوظ ہو رہے تھے -

چارلز نے اسے بتایا تھا کہ بڑی تیز رفتاری سے وہ اپنا سفر جاری رکھے گا، اور جلد از جلد مشرقی علاقے میں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ہاں اس مرتبہ فصل بہت اچھی ہوئی ہے، اور بالکل تیار کھڑی ہے، اور کچھ نہ ملا تو کٹائی کی مزدوری تو وہ بہ آسانی حاصل کر لے گا، پھر موسم سرما شروع ہوتے ہی کافی روپیہ پس انداز کر کے یہاں واپس آ جائے گا - دونوں مل کر سرما کے ٹھٹھرا دینے والے دنوں کو اپنی گرم جوشی اور تپاک سے خوشگوار بنا لیں گے اور ——— اور بہار کا قافلہ ہولے ہولے اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ پھر اس ویرانے میں داخل ہو جائے گا ——— نیا سال، نئی فصل، نئی امیدیں، نئی زندگی -

آخری لمحوں تک، یعنی چارلز کے رخصت ہونے کے وقت تک دونوں بہت خوش رہے، دونوں کے ہونٹوں پر تبسّم تھا، اگرچہ اس تبسم میں افسردگی جھلک رہی تھی، چارلز چھکڑے پر بیٹھ گیا۔ چھکڑا روانہ ہوگیا وہ ٹوپی ہلا ہلا کر کیتھرائن کو الوداع کہتا رہا۔ کیتھرائن جان کو کندھے سے لگائے ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسے الوداع کہتی رہی۔ جب تک اس کے کانوں میں چھکڑے کی آواز آتی رہی، وہ کھڑی سنتی رہی، جیسے یہ کوئی نغمہ ہے۔

دن گزرنے لگے،

سورج چمکنے لگا، گرمی بڑھ گئی، آندھیاں آنے لگیں، گردوباد کے طوفانوں نے ڈیرا ڈال لیا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ آفتاب ڈھک جاتا گیا ہستان پر سے صرف آندھیوں کے طوفان ہی نہ گزرتے بلکہ بجلیوں کے قافلے بھی گزرتے، چمکتے ہوئے، گرجتے ہوئے۔ پھر بارش ہوتی اور موسلا دھار پانی برسنے لگتا۔

وہ زمین جو ٹڈی دل کے طفیل بالکل تباہ ہوگئی تھی، اب وہاں پھر ہریالی پھوٹنے لگی۔ دلدل کی گھاس کچھ اور اونچی ہوگئی، یہ سب کچھ ہو رہا تھا، انقلابات آرہے تھے، لیکن اس کی زندگی انقلاب سے خالی تھی چارلز کی عدم موجودگی میں وہ ایسا محسوس کرتی تھی جیسے وقت تھم گیا ہے اور وہ بغیر کسی تبدیلیٔ احوال کے اپنی جگہ کھڑی ہے۔

چارلز کی روانگی سے ایک دن پہلے کیتھرائن نے ایک خواب دیکھا تھا، ہولناک خواب۔ وہ چارلز سے نہ کہہ سکی کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ کتنا ڈرنے لگی ہے۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک بھیانک اور دیوزاد قسم کی چیز جو بھاپ اور لوہے پر مشتمل ہے، آرہی ہے۔ چیختی چنگھاڑتی غل مچاتی۔ اس کے منہ پر دو آنکھیں ہیں، جن کی روشنی دن کی روشنی کو مات کر رہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ جو مخلوق زندہ نظر آ رہی ہے وہ درحقیقت زندگی سے محروم ہو چکی ہے، اتنے میں چارلز خود اعتمادی کے پورے جوش کے ساتھ ناگتا پھلانگتا آگے بڑھا کہ اسے اور جان کو بچا لے، لیکن ٹرین نے اسے کچل دیا، وہ مر گیا۔

دن بھر اپنے کاموں میں وہ ایسی الجھی رہتی کہ ٹرین کا خیال اس کے پاس نہ ٹھٹکتا، لیکن رات ہوتے ہی وہ بھیانک خواب بار بار اسے یاد آتا۔

کیتھرائن نے سوزن کاری کی طرف توجہ شروع کر دی، گھر کی جھاڑو بہارو، برتنوں کے دھونے مانجھنے، کپڑوں کی دھلائی کرنے چشمے سے پانی لانے اور پکانے اینڈھنے کے بعد جب کوئی کام باقی نہ رہ جاتا تو وہ کشیدہ کاری شروع کر دیتی۔ چند ہی دنوں میں اس نے بڑی اچھی اچھی چیزیں تیار کر لیں۔ سیونسن کی بیوی اکثر آتی رہتی تھی، دونوں

میں مل گھل کر گھنٹوں اور پہروں باتیں ہوا کرتیں، لیکن اسے انتظار تھا، ——— چارلز کی خیریت کا، چارلز کے خط کا۔

جان کے دانت نکلنے لگے تھے۔ اس کے مسوڑے سوج آئے تھے کبھی کبھی حرارت بھی ہو جاتی، لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ وہ لیٹے لیٹے یا بیٹھے بیٹھے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں پٹکتا اور آخر چیخ چیخ کر رونے لگتا۔ ٹیس اور درد سے نجات کا کوئی راستہ نہ تھا۔

کیتھرائن ہر روز دہلیز میں کھڑی ہو کر چٹھی کا انتظار کرتی، شاید چارلز کا خط آج آجائے۔ مڈّی ول کے بعد سے آس پاس کے سارے مکانات خالی ہو گئے تھے۔ یا اس کا گھر تھا، یا سیونسن کا، جہاں کوئی آبادی تھی کبھی کبھی دور یا نزدیک کوئی اکّا دکّا سوار نظر آجاتا۔

ایک روز اس نے دیکھا ایک آدمی گھوڑے پر سوار جنوبی علاقے کی طرف جا رہا تھا، اس نے اسے پکارا، چیخ کر بلایا، پھر بے تحاشا اس کی طرف دوڑنے لگی، گرتی پڑتی، ٹھوکر کھاتی برابر دوڑتی رہی آخر وہ اس آدمی کے پاس پہنچ گئی، جو گھوڑے کی زین پر ڈٹا بیٹھا تھا کہنے لگی۔

"کیا تم شہر کی طرف جا رہے ہو؟"

سوار نے جواب دیا،

"ہاں! میں شہر کی طرف جا رہا ہوں!"
کیتھرائن نے عجیب درد انگیز لہجے میں کہا،
"کیا تم پھر ادھر سے واپس بھی گزرو گے؟"
سوار نے نرم اور با اخلاق لہجے میں کہا،
"ہاں میں اسی راستے سے واپس آؤں گا!"
کیتھرائن نے خوشامد کرتے ہوئے کہا،
"ڈاکخانے تک ذرا چلے جانا۔ میری کوئی چٹھی آئی ہو تو لیتے آنا!"
یہ شخص جو گھوڑے پر بیٹھا تھا، کوئی شکاری معلوم ہوتا تھا۔ بندوقیں اس کے پاس تھیں، بالکل نوجوان، مسکراتا ہوا چہرہ، روشن آنکھیں، موتی کے سے سفید دانت، سیاہ چشم، سر پر ٹوپی ندارد، ایک گھوڑی پر سوار اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا، چھوٹی چھوٹی آنکھیں ماتھا شکن آلود، آنکھوں میں عجیب طرح کی تیزی۔ چہرے پر جھریاں۔
کیتھرائن کے عاجزانہ سوال پر دونوں نے بیک آواز کہا۔
"ضرور، ضرور، ہم بڑی خوشی سے تمھارا یہ کام کر دیں گے۔"
لیکن وہ دونوں واپس نہ آئے۔
کیتھرائن کو یقین کامل تھا کہ اس کی چٹھی ڈاکخانے میں آئی پڑی ہوگی، بشرطیکہ چارلز کو کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو۔

سیونسن بہت مہربان تھا، وہ کیتھرائن کی پریشان حالی دیکھ کر ڈاکخانے جانے پر راضی ہو گیا۔ کیتھرائن کی قابل رحم حالت اس سے دیکھی نہ گئی اگرچہ ڈاکخانے تک آنے جانے کی مسافت میں دو دن صرف ہوتے تھے۔ خواہ آدمی بیل پر جائے یا پیدل، سیونسن نے یہ تکلیف برداشت کرنے پر خوشی سے آمادگی ظاہر کی، اس نے کہا۔

"شام ہوتے ہی میں چل پڑوں گا، ساری رات چلتا رہوں گا دوسرے دن قبل اس کے کہ دھوپ تیز ہو شہر پہنچ جاؤں گا، تمھیں صرف دو دن انتظار کرنا پڑے گا، بس دو دن، پھر میں آ کر تمھیں بتاؤں گا کہ خط آ گیا ہے کہ نہیں۔"

سیونسن کے روانہ ہونے سے پہلے اسی شام کو جس رات کو وہ جانے والا تھا، کیتھرائن نے اپنے گھر کے سامنے ایک سوار کو آتے دیکھا ——— یہ پیام رساں تھا۔ چارلز کا خط لے کر آ رہا تھا، یہ پیام رساں وہی نوجوان تھا جس سے خوشامدانہ لہجے میں کئی دن ہوئے اس نے خط لانے کی استدعا کی تھی، پہلی ہی نظر میں کیتھرائن نے رائے قائم کر لی کہ یہ اچھی طبیعت کا نوجوان ہے، وہ خوش تھی کہ اس کی رائے صحیح نکلی، بڑی گرمجوشی سے اس نے شکریہ ادا کیا، وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس نوجوان نے اپنا وقت ضائع کر کے اور محنت

برداشت کر کے یہ کام انجام دیا ہے۔ اور اس طرح اسے کئی میل کی مسافت زیادہ طے کرنا پڑی۔

چارلز نے آوا شہر سے یہ خط بھیجا تھا۔ اس نے لکھا تھا،

"پیاری کیتھرائن!

آج قلم سنبھالنے کی مہلت ملی ہے اور میں تمھیں خط لکھ رہا ہوں، اللہ کا شکر ہے خیریت سے ہوں، اور اس کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ تم بھی خیریت سے ہوگی۔ اپنی خیریت لکھو، اور جان کی بھی اب وہ کیسا ہے؟ ضرور تمھیں پریشان کرتا ہوگا۔ یہ بھی لکھنا تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ مجھے روزلین فیڈرمل میں ایک کام مل گیا ہے مل کا مالک میرے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ یہ بھی لکھنا تنہائی کے دن کس طرح کاٹ رہی ہو؟ اکتوبر میں واپس آنے کا ارادہ ہے اچھا اب رخصت ہوتا ہوں، کام کا وقت آگیا ہے ——

تمھارا چارلز!"

خط پڑھ کر کیتھرائن نے اطمینان کا سانس لیا۔ دل کا بوجھ اتر گیا۔ اب اکتوبر کا انتظار تھا۔ خط بار بار پڑھتی تھی، لفظ لفظ پر رکتی تھی اور خوش ہوتی تھی۔ "پیاری کیتھرائن" چارلز نے یہ لفظ لکھے ہیں، کتنے میٹھے، کتنے اچھے، اپنی مصیبتوں میں الجھا ہوا ہے، رات دن کام کرتا ہے، لیکن میری

محبّت میں سرشار ہے۔ میں اس کی آنکھوں میں، اس کے دل میں بسی ہوں، وہ ہر وقت مجھے یاد کرتا ہے ——— اور اسی طرح میں بھی۔

لیکن سیونسن کو شہر جانا ہی پڑا۔ پہلے چارلز کے خط کی جستجو میں جانے والا تھا، اب اس کا جواب پوسٹ کرنے جانا پڑا۔ اس شخص کی بھلمنساہت اور شرافت سے بے حد متاثر تھی۔ سوچتی تھی سب کچھ ہو سکتا ہے، لیکن اس مرد شریف کا احسان نہیں اتارا جا سکتا۔ کتنے نازک زمانے میں یہ ساتھ دے رہا ہے، ایسے اچھے لوگوں کا کتنا کال ہے اس زمانے میں۔ اس نے سوچا ولدل کی گھاس میں جو اس کا حصّہ ہے وہ خود نہیں لے گی، سیونسن کو دے دے گی۔ اسے کچھ ایسی ضرورت بھی نہیں ہے، البتہ سیونسن کو زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ اسے اپنے بیلوں کا پیٹ بھرنا ہے اور یہاں کیا ہے؟ گھوڑے تھے، وہ چارلز کے ساتھ گئے، پہلے کا جو ذخیرہ ہے وہ اس وقت کام آئے گا جب چارلز واپس آئے گا، اتنا ذخیرہ ہے کہ ہرگز کوئی دشواری سیونسن کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کرنے سے نہیں ہوگی۔

سیونسن نے اس پیش کش کو شکریے کے ساتھ قبول کر لیا، سارا ہفتہ وہ گھاس کی کٹائی کرتا رہا۔ اس کی بیوی بھی پوری مستعدی اور جفاکشی کے ساتھ ہاتھ بٹاتی رہتی تھی، صرف کھانا لانے کے لیے گھر

جاتی اور پھر واپس آجاتی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کیتھرائن بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاتی۔ تینوں مل کر کھاتے اور پھر خوب باتیں کرتے، یہ ہفتہ بہت خوشگوار ماحول میں بسر ہوا۔

لیکن سیونسن پریشان تھا۔ گھاس اور شلجم کا ذخیرہ موسم سرما میں بیلوں کے لیے کافی تھا، لیکن کیا دوسری ضروریات بھی پوری ہو سکیں گی! اس میں شبہ تھا۔

کیتھرائن کا خیال تھا، سیونسن میں سب خوبیاں ہیں، لیکن ذرا آرام طلب ہے، اس لیے جتنا کما سکتا ہے، نہیں کماتا۔ بلکہ وہ تو محنت کرنے کے بجائے سارے ملک کو، ساری قوم کو، سارے لوگوں کو بُرا بھلا کہ کر دل کا بخار نکالنے لگا۔ یہ بات کیتھرائن کو ناگوار گزری، سیونسن نے کہا۔

"یہ بھی کوئی جگہ ہے؟ —— قابل نفرت، ناقابل گزر!"

کیتھرائن چمک کر بولی،

"مسٹر سیونسن! ملک میں کوئی خرابی نہیں ہے ——!"

پھر دفعتہً اسے خیال آیا، یہ ایک غیر ملک سے یہاں امیدیں لے کر آیا، اب پریشان ہو کر یوں دل کا بخار نکال رہا ہے۔ اگر یہ یہیں کا باشندہ ہوتا تو ہرگز ایسی باتیں نہ کرتا۔ اس نے بگڑے ہوئے

لہجے میں کہا۔

"مسٹر سیونسن دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جو آپ کے منہ میں چمچہ سے غذا پہنچائے اور آپ ہاتھ بھی نہ ہلائیں۔"

سیونسن نے اپنی چوڑی چکلی مٹھی میں چاقو لیا اور اس کی نوک سے دروازہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیتھرائن سے کہا،

"دیکھو! ——— سامنے لق و دق میدان ہے، جس کی گھاس دھوپ نے جھلس دی ہے، آندھی چل رہی ہے اور گرم گرم ہوا بدن جلائے دیتی ہے، دھوپ کی تمازت سے سامنے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا مشکل ہو رہا ہے۔" پھر کہنے لگا۔

"یہ ملک جو کسی کا پیٹ نہیں بھر سکتا، ملک نہیں جہنم ہے۔"

کیتھرائن نے کوئی جواب نہ دیا، مروت کے باعث اس نے خاموش ہی رہنا بہتر سمجھا، لیکن اتنا کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"وہ مرد ہی ہوتے ہیں جو بستیاں بساتے اور شہر تعمیر کرتے ہیں، لیکن آپ کیا کر رہے ہیں؟"

پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"مسٹر سیونسن واقعی گرمی بڑی شدید ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس علاقے میں کوئی درخت نہیں! لیکن جہاں درخت ہیں وہاں

کیفیت نہیں ہے۔ درختوں سے صرف سایہ ہی نہیں ملتا ایندھن بھی ملتا ہے (لکڑیاں) بھی ملتی ہیں، فرنیچر بھی ملتا ہے، بہت سے کام ان سے نکالے جا سکتے ہیں۔ جب درخت برگ و بار لائیں گے تو یہاں بھی اتنی گرمی نہ رہے گی یہ زمین اچھی اور زرخیز بن جائے گی، لوگ یہاں سکھ اور آرام سے رہیں گے"

وہ سوچ رہی تھی چارلز اکتوبر میں آجائے گا، باغ لگانے کے لیے اس نے زمین کا ایک قطعہ پہلے ہی سے لے رکھا ہے، اگر کوئی حادثہ نہ پیش آیا تو اس کے آتے ہی شجر کاری ہم دونوں مل کر شروع کر دیں گے

ستمبر میں گرمی کی شدت کچھ کم ہوئی، چڑیوں اور پرندوں کے قافلے ادھر سے گزرنے لگے، کیتھرائن دن گن رہی تھی، بس آٹھ ہفتے اور، پھر چارلز یہاں ہوگا۔ دوری اور جدائی افسانۂ پارینہ بن جائے گی۔ ہم دونوں مل کر نئی زندگی شروع کریں گے۔

ایک روز سیونسن کیتھرائن کو کھیت کے راستے میں مل گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے، پھر انھیں جھٹکتے ہوئے کہا۔

"ہم جا رہے ہیں!"

"آپ جا رہے ہیں؟" کیتھرائن نے کہا۔ وہ سمجھ گئی سیونسن یہاں کی زندگی سے تنگ آ گیا ہے۔ وہ مشرقی علاقے میں جا کر رہے گا۔

سیونسن کے منہ میں الفاظ آ آ کر اٹک جاتے تھے، اس کی آنکھیں

آنسوؤں سے پُر تھیں، اس نے کیتھرائن سے کہا۔

"ہماری شہد کی مکھیاں مر گئیں۔ بڑی مکھیوں نے چھوٹی مکھیوں کو مار ڈالا۔ اُنھوں نے ڈنک مار مار کر اپنی نئی نسل کا خاتمہ کر دیا، کیونکہ موسم سرما میں انھیں کھلانے کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا، ٹڈیوں نے تمام پھل پھول، درخت جھاڑ دیے۔ کس چیز کا یہ رس لیتیں اور شہد بناتیں؟"

سیوئنسن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اپنی مکھیوں کے مرنے پر اسے بڑا دکھ ہوا تھا۔ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی اس نے کہا۔

"میں ایسی جگہ رہ کر کیا کروں جہاں مکھیاں بھی زندہ نہیں رہ سکتیں کام، کام، صبح سے شام تک کام، لیکن نتیجہ بھوک ——— ہم جاتے ہیں۔"

کیتھرائن سیوئنسن کے جانے کا حال معلوم کر کے پریشان اور ملول ہو گئی اب اسے محسوس ہوا کہ سیوئنسن اور اس کی بیوی تو گویا اس کی زندگی کا جزو بن چکے تھے۔ ان کے بغیر وہ کیا کرے گی۔ ان دو گھروں میں کم از کم ایک مرد تو تھا، اب وہ بھی جا رہا تھا۔ اب وہ تھی اور یہ لق و دق ویرانہ۔

گرمی کا سارا موسم کیتھرائن نے اسی خوش خیالی میں بسر کر دیا تھا کہ بہت جلد پھر یہاں آبادی ہو جائے گی، اور وہی چہل پہل شروع ہو جائے گی

جو کبھی پہلے یہاں تھی، لیکن اب ——— کیا اب بھی ایسا ہو گا؟

شام کو اس نے جلدی جلدی جان کو نہلایا دھلایا، کپڑے بدلے اور اسے لے کر سیونسن کی بیوی کے پاس چلی گئی، سیونسن کی بیوی اس وقت بہت خوش نظر آرہی تھی، مشرقی علاقے میں کامیابی اور ترقی کے اس کے لیے بڑے امکانات تھے، منسوٹا شہر میں اس کا بھائی تھا، فی الحال وہیں قیام کا ارادہ تھا۔ موسم سرما بجائی کے آباد اور پر رونق گھر کی چہل پہل میں بسر ہو گا، جو ایک شہر میں ہے۔ جہاں سڑکیں ہیں، عمارتیں ہیں جنگل ہیں باغات ہیں، ہرے بھرے کھیت ہیں اور ——— بہت سے پڑوسی ہیں۔ جہاں لکڑی کی افراط ہے، جہاں ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے، دودھ، بالائی مکھن، ہر چیز۔ جہاں لوگ آتے ہیں اور جاتے ہیں، جہاں محفلیں جمتی ہیں، گپیں ہوتی ہیں، ہنسی، مذاق، سیر و تفریح اور زندہ دلی کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ جہاں کلب ہیں، جن میں رقص ہوتا ہے، گانا ہوتا ہے، جہاں زندگی پھلتی اور پھولتی ہے۔ سیونسن کی بیوی نے کینتھرائن سے یہ ساری باتیں بڑی تفصیل سے کہی تھیں، وہ اس وقت سامان باندھنے میں بہت زیادہ مصروف تھی۔ لیکن شہری زندگی کی برکتوں اور نعمتوں پر مسلسل تقریر جاری تھی۔

سیونسن کی بیوی اچھی طرح محسوس کر رہی تھی کہ اس کا شوہر میدان چھوڑ کر

بھاگ رہا ہے، مشرقی علاقے میں اب اس کی حیثیت صرف کرائے کے آدمی کی رہ جائے گی، لیکن وہ مسکرائے جارہی تھی، اس نے اپنے سر کو جنبش دیتے اور خوشی کا جھولا جھولتے ہوئے کہا،

"ہم پھر واپس آئیں گے ——— یہاں زمین کی کچھ کمی تو ہے نہیں!"

کیتھرائن نے دل ہی دل میں کہا،

"ہاں مسز سیونسن کہتی تو سچ ہو، لیکن چارلز صرف چار سال کی مدّت میں اپنی زمین کا مالک بن جائے گا، اور تمھیں پانچ سال کا زمانہ آنے کے بعد شروع کرنا پڑے گا۔ گویا ہم نے ایک سال بچا لیا، تم نے کھو دیا۔ چارلز نے ہمت نہیں ہاری، اس نے میدان نہیں چھوڑا، ———

مسز سیونسن تم صرف یہ زمین ہی نہیں چھوڑ رہی ہو، صرف یہی نہیں، بلکہ زندگی کا پورا ایک گراں بہا سال بھی ——— ایک سال کی محنت ایک پورے سال کی امید،

کیتھرائن محسوس کر رہی تھی مسٹر سیونسن اب ملازمت اور مزدوری کے چکر سے زندگی بھر نہیں نکل سکیں گے۔ آدمی ہمت ہار دے تو وہ سب کچھ ہار جاتا ہے، پھر وہ غلامی بھی کر سکتا ہے۔

———— • ————

دُوسرے دن سورج نکل آیا تھا، کیتھرائن نے سیونسن کو آواز دیتے سُنا

وہ سیدھی اٹھ کر اسی طرف چلی جہاں سے آواز آرہی تھی۔ سیبونس کے ہاتھ میں ایک خط تھا —— یہ خط چارلز کے سوا اور کس کا ہو سکتا تھا؟ کیتھرائن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خط پکڑا، اس کا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا تھا —— اب معلوم ہو جائے گا، وہ مرکز آرزو کب آرہا ہے! کس دن یہاں پہنچے گا۔

گھر پہنچ کر اس نے ہیئر پن سے لفافہ چاک کیا اور خط نکال کر پڑھنے لگی، لیکن ابھی پورا نہ پڑھ چکی تھی کہ اسے جھٹکا سا لگا، آنکھیں پتھرا سی گئیں، کاغذ کا ہاتھ میں پکڑے رکھنا دشوار ہو گیا، چارلز نے لکھا تھا،

"پیاری کیتھرائن!

یہ خط تمھیں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ تم پریشان نہ ہو جاؤ۔ تمھیں تسلّی دینے اور مطمئن کرنے کے لیے اس وقت میں نے قلم اٹھایا ہے، میں ایک سخت حادثے سے دوچار ہوا تھا، لیکن اب تندرست ہوتا جا رہا ہوں، مگر کیتھرائن اکتوبر میں اب میرا آنا کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے، میرا پاؤں دو جگہ سے شکستہ ہو گیا ہے۔ ٹخنہ بھی سخت زخمی ہوا ہے، لیکن ڈاکٹر نے یقین دلایا ہے کہ میں تیزی سے اچھا ہو رہا ہوں، وہ یقین دلاتا ہے، میں بالکل اچھا ہو جاؤں گا، پاؤں میں کسی طرح کا لنگ بھی باقی نہیں رہے گا گو فی الوقت لنگڑا رہا ہوں۔

تمھارا خط مل گیا تھا۔ میں نے اسے آنکھوں سے لگایا اور دل کی آنکھوں سے پڑھا۔ تمھاری بے پناہ وفاداری ہی نے تو مجھ میں زندہ رہنے کا حوصلہ قائم رکھا ہے، یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ تم بخیریت ہو، اور ننھا جان بھی موٹا ہو رہا ہے!

کیتھرائن پیاری میری رائے یہ ہے کہ فی الحال تم سیونسن کے ہاں اٹھ جاؤ۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کب میں چلنے پھرنے کے قابل ہو سکوں گا اور جاڑے کا موسم سر پر ہے، بالکل تنہا کس طرح بسر کر سکو گی؟ اس زمانے میں شکار کا ملنا بھی آسان نہیں۔ بھیڑیئے اور ڈاکو اسی زمانہ میں زیادہ سرگرم اور چست ہو جاتے ہیں، تم سیونسن کے ہاں رہو، وہ تمھارا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔ اگر اس کے گھر میں نہ رہنا چاہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے کہو وہ اپنے گھر کے پاس، ایک کٹیا بنا دے گا تمھارے لیے، وہاں رہنا جتنا روپیہ بھی ممکن ہو سکا ضروریات کے لیے بھیج رہا ہوں، اسے قبول کرو اور اپنا کام چلاؤ۔

مجھے امید ہے سیونسن کے گھر میں تمھیں اور جان کو ہر طرح آرام پہنچے گا اور کسی طرح کی تکلیف نہیں ہو گی، میری حالت جیسے ہی ٹھیک ہوئی اور ذرا چلنے کے قابل ہوا تو ہوا کے دوش پر پہنچوں گا، گو ویسے ہر وقت تمھارے پاس ہوں۔ روزبلین نہایت شریف اور نیک نہاد آدمی ہے

اس حادثہ میں اس کی کوئی غلطی نہ تھی، لیکن وہ اپنے آپ ہی کو اس کا ذمہ دار سمجھ رہا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مشین چلاتے وقت آہنی چرخی میرے اوپر آرہی، وہ بیچارہ کیا کرتا۔ جب سے صاحب فراش ہوا ہوں، اسی کا مہمان ہوں، کھانے اور رہنے کا بار اسی کے سر ہے۔ وہ تو ڈاکٹر کی فیس اور علاج کے مصارف بھی ادا کرنے کو تیار ہے۔ بہر حال وہ جتنا کچھ بھی کر رہا ہے میں اسے کافی سمجھتا ہوں۔ آدمی دولتمند ہے، اسے چند روپوں کی فکر بھی کیا ہو سکتی ہے۔ یہ سارے حالات میں نے اس لیے لکھ دیے کہ تم پریشان نہ ہو جاؤ۔ میں اچھا ہوں اور تندرست ہوتا جا رہا ہوں۔ ایک دفعہ پھر تاکید کرتا ہوں، سیونسن کے ہاں ضرور چلی جاؤ، قبل اس کے کہ موسم سرما اپنی تخ کر دینے والی سردی کے ساتھ نمودار ہو۔

پیاری کیتھرائن، میری ہدایتوں پر جہاں تک ہو سکے عمل کرو، اب جتنی زندگی ہے، وہ تمھارے ساتھ بسر کروں گا۔ تجربہ ہو گیا تم سے الگ رہ کر، میرا وجود بیکار ہے، میں کچھ بھی نہیں ہوں۔

جواب فوراً دو، اچھا سا، دل میں اتر جانے والا،

تمھارا فدائی۔

چارلس"

خط پڑھ چکی تو سیونسن دلدل کی طرف سے اپنا بیل ہنکاتا اس طرف آتا نظر آیا۔ اپنے آلو اور شلجم کا سودا شہر میں کر آیا تھا۔ یہاں دو ایک دن کے لیے صرف چارلز کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا کہ وہ آئے اور یہ جائے۔

سیونسن کے لیے ایک ایک دن ایک ایک برس ہو رہا تھا۔ ہر لمحہ قیمتی تھا۔ لمبا سفر درپیش تھا، جسے اگر جلد نہ شروع کیا گیا تو اندیشہ تھا کہ برفباری شروع ہو جائے گی، اور پھر سفر کی کٹھنائیاں معاذ اللہ!

سیونسن جب آیا تھا تو اس امید سے اس کے چہرے پر رونق تھی کہ کیتھرائن چارلز کے آنے کی تاریخ بتائے گی لیکن اس کا چہرہ تو کچھ اور ہی کہ رہا تھا۔ یہ چہرہ دیکھ کر تو ساری خوشی کافور ہو گئی۔ گو وہ سکون کی حالت میں تھی، اور بڑی حد تک اپنی جذباتی اور ہیجانی کیفیت پر قابو پا چکی تھی لیکن دل اب تک ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ اب اس کے بدن پر کپکپی تو نہیں تھی لیکن اس کی انگلیاں سرد ہو رہی تھیں۔ اور ان سرد انگلیوں سے وہ چارلز کا خط پکڑے ہوئے تھی۔ اب اسے سکون تھا خدا کا شکر ہے چارلز زندہ ہے۔ اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ چارلز مر بھی سکتا ہے۔ اسے موت بھی آ سکتی ہے۔ ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ اس کی قامت مردانہ کو کبھی نہ دیکھ سکے۔ آہ میرے خدا، اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو؟ ——— تو میں کیا کرتی؟ میرا کیا حال ہوتا

کیتھرائن نے سیونسن کی آمد کا مطلب سمجھ لیا تھا، بڑے ٹھنڈے اور پُر اطمینان لہجے میں کہنے لگی۔

"چارلز تو ابھی نہیں آ رہا ہے۔ وہ زخمی ہو گیا ہے"

یہ الفاظ بڑی کوشش اور ہمت سے کام لے کر اس نے کہے تھے اس نے انتہائی جد و جہد کی تھی کہ ان الفاظ کے ادا کرتے وقت اس کی کیفیت نہاں عیاں نہ ہو جائے۔ درحقیقت خط پڑھنے کے بعد سے اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی، صرف دماغ کام کر رہا تھا، اور وہ چٹان کی طرح مضبوط تھا۔

اب اسے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کرے؟ چارلز نے جو نوٹ بھیجے تھے، وہ اس کے سامنے بکھرے پڑے تھے، یہ رقم کچھ بہت زیادہ نہ تھی۔

بہرحال فیصلے کی گھڑی سر پر کھڑی تھی، اسے جلد از جلد فیصلہ کر لینا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے! ساری ذمہ داریاں اب اسی کے دوشِ ناتواں پر تھیں۔

کیتھرائن نے آخر کار فیصلہ کر لیا۔

"میں اور جان شہر جائیں گے! ——"

وہی ویرانہ

ہو رہے ہیں جور ہفت افلاک کے
امتحاں ہیں ایک مشتِ خاک کے

(۱)

سیونسن جب آیا تو کیتھرائن پا بہ رکاب تھی۔

بہت سے کام جو باقی تھے، وہ رات بھر جاگ کر انجام دے لیے۔ حالت یہ تھی کہ کام کرتے کرتے اونگھ جاتی اور پھر چستی کے ساتھ مصروف ہو جاتی۔ دل میں صرف ایک ہی خیال جاگزیں تھا۔

"چارلز زخمی ہے، وہ تکلیف میں ہے، وہ ابھی نہیں آسکتا۔"

کیتھرائن محسوس کر رہی تھی اس وسیع دنیا میں وہ یکہ و تنہا چھوڑ دی گئی ہے۔ جان کی غور و پرداخت اور اپنی حفاظت خود اسی کو کرنی ہے یہ سوچ کر اس کے ہاتھ اور زیادہ زور زور سے چلنے لگے۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے دھوئے، انھیں سکھانے کے لیے الگنی پر ڈالا۔ جتنی

ضروری چیزیں تھیں، ان سب کو ایک بوری میں باندھ لیا۔ اسٹوو کو رگڑ رگڑ کر آئینہ کی طرح صاف شفاف بنا دیا تاکہ زنگ نہ لگ سکے۔ لالٹین میں جتنا تیل باقی تھا، اسے کُپّی میں انڈیل دیا اور اس کا منہ آلو سے بند کر دیا اپنے اور جان کے کپڑوں کی دو گٹھڑیاں بنا لیں۔ ایک بکس میں بائبل، ٹینی سن کا مجموعۂ کلام، سوزن کاری کا سامان ——— اور وہ ریشمی جوڑا جو چارلز بڑے چاؤ سے لایا تھا، احتیاط سے رکھ لیا، پستول اور کارتوس بھی ایک کونے میں آسانی سے آ گئے، چادر، کمبل اور توشک وغیرہ بھی بستر بند میں لپیٹ لیے۔ بے انتہا تھک گئی تھی، لیکن تھکن محسوس کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ سوتے ہی میں اس نے جان کو کپڑے بھی پہنا دیے، سیونسن جب آیا تو وہ ہر کام سے فارغ ہو چکی تھی، اور چلنے کے لیے پابہ رکاب تھی، بس اتنا کام باقی تھا کہ گھر سے باہر نکلے اور تالا لگا دے۔

سیونسن نے سامان اٹھایا اور لے چلا، کیتھرائن نے جان کو گود میں لیا اور دروازے میں تالا لگا کر پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

چھکڑا تیار کھڑا تھا، وہ خاموشی سے آ کر بیٹھ گئی۔ بیلوں نے ایک مرتبہ حرکت کی اور خراماں خراماں چل پڑے، وہ تمام چیزیں جن سے یہاں اتنے دن رہ کر وہ مانوس ہو چکی تھی ایک ایک کر کے نظر کے سامنے آ رہی تھیں۔ اپنا گھر، چشمہ، دلدل کا کنواں جسے چارلز نے کھودا تھا۔

گھاس کے ڈھیر جو اب لاوارث تھے ہر چیز سے وہ تعلق منقطع کر رہی تھی۔ رخصت ہو رہی تھی۔ ہوا تیز تیز چل رہی تھی۔ سردی بڑھ گئی تھی۔ وہ سکڑی ہوئی بیٹھی تھی، نیم خفتہ، نیم بیدار۔

صبح ہوئی تو کینتھرائن سیونسن کی بیوی کے ساتھ چھکڑے سے اتری دونوں ٹہلتی ہوئی دور تک چلی گئیں۔ بیلوں کی رفتار ان کی رفتار سے کم تھی، آخر انھیں رک کر چھکڑے کا انتظار کرنا پڑا۔ جان کینتھرائن کی گود میں تھا۔ وہ ذرا دیر کے لیے زمین پر بیٹھ گئی اور اسے بہلانے لگی۔ سورج اب اونچا ہوتا جا رہا تھا۔ دھوپ کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

آخر خدا خدا کر کے سست رفتار بیل چھکڑا کھینچتے ہوئے پہنچے۔ کینتھرائن نے جان کو اس میں لٹا دیا، وہ سو گیا۔ اس چھکڑے میں شہد کی مکھیاں بھی اپنے چھتوں میں قید تھیں، اور آزادی کے ساتھ بھنبھنا رہی تھیں۔ چھکڑے کی چرخ چوں جان کے لیے لوری بن گئی وہ غفلت کی نیند سوتا رہا۔ کینتھرائن اب تک پا پیادہ چل رہی تھی، سیونسن نے اصرار کیا کہ بیٹھ جائیے، لیکن اس نے سر ہلا کر انکار کر دیا، اتنے میں گرد کا ایک بگولا اٹھا، وہ چھکڑے کے ساتھ ساتھ چلنے لگی، کہ اگر جان بیدار ہو تو پتا لگ جائے۔ سیونسن نے ایک مرتبہ پھر جب اصرار کیا تو بولی۔

"چھکڑے پر کافی سامان لدا ہے، بیلوں کو اتنا بوجھ کھینچنا پڑ رہا ہے

اور بیچاروں کو سوکھی گھاس کے علاوہ کچھ بھی میسّر نہیں آسکا، بیلوں کے اس حال زار کے باعث، انھیں آرام دینے کے لیے اکثر چھکڑا روک لینا پڑتا تھا۔

سہ پہر کو کیتھرائن نے چائے بنائی، بڑے گوشت کا ایک پارچہ موجود تھا اسے بھون لیا۔ آلو ابال لیے اور چھکڑے کے سائے میں بیٹھ کر سب نے اطمینان سے چائے بھی پی لی اور کھانا بھی کھا لیا۔ شلجم اور گڑ کی شکر نے کھانے کو اور زیادہ مزے دار بنا دیا تھا۔

اب شام ہو چکی تھی اور شہر کے آثار نظر آنے لگے تھے، جیسے جیسے یہ لوگ آگے بڑھ رہے تھے، شہر قریب تر ہوتا جا رہا تھا، عمارتیں بھی صاف اور واضح طور پر نظر آنے لگیں۔ بلند و بالا، خوبصورت اور کئی کئی منزل کی عمارتیں۔

شہر میں داخل ہونے کے بعد عجیب منظر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ کہاں وہ ویرانہ، خاموش اور سنسان زندگی اور کہاں شہر کی چہل پہل کہ رات میں بھی دن کا مزا لوٹا جا رہا تھا، مختلف چوراہوں، راستوں اور گلیاروں میں لوگ کھڑے تھے اور باتیں کر رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے۔ چائے خانے کھلے ہوئے، ہوٹل استقبال کو موجود، شبینہ کلب کی دلچسپیاں مستزاد!

آخر ایک جگہ سیونسن نے ڈیرہ ڈال دیا، بیلوں کی گردن سے جوا نکال کر

انھیں چپار اوبنے لگا۔ اتنے میں ایک گلی سے دو لڑکے بھاگتے ہوئے اودھر آئے اور کھڑے ہو کر ان نووارد مسافروں کو دیکھنے لگے، کیتھرائن اپنے کام میں مصروف تھی، کچھ اُبلے ہوئے آلو بچ گئے تھے، وہ اس وقت کام آگئے اور رجان اس طرح انھیں کھانے لگا جیسے نہ معلوم کب کا بھوکا ہے۔

"کیا یہ آدمی تمھارا شوہر ہے؟" ایک لڑکے نے سیونسن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں!" کیتھرائن نے مسز سیونسن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، "وہ رہی اس آدمی کی بیوی!"

"یہ بچہ کیا انھی دونوں کا ہے؟" پھر ایک لڑکے نے سوال کیا۔

"نہیں، یہ میرا بچہ ہے!" یہ کہ کر کیتھرائن مسکرانے لگی۔

"اچھا تو پھر تمھارا شوہر کہاں ہے؟" پھر ایک چبھتا ہوا سوال کیا گیا۔

بظاہر یہ معمولی سوال تھا، لیکن اس سوال نے کیتھرائن کے دل و دماغ کی دُنیا میں ہلچل مچا دی۔ وہ ایسی ٹیس محسوس کر رہی تھی جو جسمانی درد سے کہیں زیادہ تکلیف اور ناقابلِ برداشت تھی۔ اس پر نزع کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ دل سے ہوک اٹھنے لگی۔ وہ خاموش تھی، لیکن چارلز کو پکار رہی تھی۔

"میرا خیال ہے تمھارا شوہر زندہ تو ضرور ہے!" اسی لڑکے نے پوچھا

"میں ٹھیک کہتا ہوں نا؟"

کیتھرائن نے ایک ٹھنڈی سانس لی، پھر دل گرفتہ انداز میں اس لڑکے کی طرف مڑی اور بڑی مشکل سے کہہ سکی۔

"ہاں میرا شوہر زندہ ہے، لیکن وہ مشرقی علاقے میں ہے!"

دونوں لڑکے کچھ دیر خاموش کھڑے رہے پھر چلے گئے۔

کیتھرائن جھکڑے پر آگئی اور جان کو گود میں لے کر لیٹ گئی۔ جان کے سینے سے لگ کر خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گیا تو اسے خیال آیا کہ جان کی خاطر کچھ مجھے بھی کھا لینا چاہیئے، لیکن کھانے بیٹھی تو چند لقمے سے زیادہ نہ کھا سکی۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔ بے انتہا دلگیر اور اداس تھی۔ پھر بھی اس نے برتن دھوئے مانجھے، بستر کیا اور لیٹ گئی۔

اس وقت کیتھرائن کی یہ حالت تھی جیسے سُن ہو رہی ہو، لیکن دماغ برابر کام کر رہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی میرے پاس صرف تھوڑے سے روپے رہ گئے ہیں یہ کب تک کام دیں گے؟ کیوں نہ کہیں کام تلاش کروں۔ جان کا ساتھ ہے اور سرما کا قیامت خیز موسم سر پر کھڑا ہے۔ نئی جگہ، نیا ماحول نئے لوگ، یہاں کون بات پوچھے گا!

وہ سوچنے لگی، یہ تھوڑے سے روپے ہیں اور موسم سرما کے چھ مہینے ان چھ مہینوں میں اتنے روپوں سے میرا اور جان کا گزارہ کس طرح ہو سکے گا۔

لیکن کیتھرائن ہمت ہارنے والی عورت نہیں تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ نہ کچھ کرنا ہی ہے۔

وہ اپنے بستر پر لیٹی تھی۔ جان سو رہا تھا، کبھی کبھی اسے بھی جھپکی آ جاتی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ غنودگی کے عالم میں تھی، لیکن احساس جاگ رہا تھا۔ جان کروٹ بھی لیتا تو وہ اٹھ کر دیکھنے لگتی کہیں جاگ تو نہیں گیا! کہیں بے کل تو نہیں ہو گیا۔ جھکڑے اور سڑک کے مابین کینوس کا ایک پردہ حائل تھا، لیکن شور و شر کی آوازیں برابر کان میں آ رہی تھیں کوئی ہنستا، کوئی گاتا، کوئی باتیں کرتا ادھر سے گزرتا تو وہ اس کی چاپ بھی سنتی اور آواز بھی۔ کوئی گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گزرتا تو ٹاپ کی آواز بڑی دیر تک کان میں آتی رہتی۔ اتنی رات آ گئی تھی لیکن لوگ اب تک نہیں سوئے تھے۔ وہ حیران تھی کہ یہاں کس طرح کے لوگ بستے ہیں۔ جب کافی رات آ گئی، ہر گھر کا دروازہ بند ہو گیا، تب بھی اکا دکا لوگوں کے گزرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کی نیند اڑ گئی۔ اس حالت میں وہ کس طرح سو سکتی تھی۔ اس طرح سونے کے معنی تو یہ تھے کہ لوگوں کے بیچ میں گھس کر سو جائے! آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ سیمپسن بیلوں کو پانی پلانے چلا گیا۔

کیتھرائن نے بھی کپڑے بدلے۔

دن کی روشنی میں یہ شہر اتنا پریشان کن نہیں معلوم ہوا جتنا رات کی تاریکی میں نظر آرہا تھا۔ یہاں عمارتیں تھیں، گھر تھے، لوگ تھے، کام تھا مصروفیت تھی۔ کیتھرائن نے سوچا اس گنجان آبادی میں اسے اپنے اور جان کے لیے سر چھپانے کی جگہ ضرور مل جائے گی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کیتھرائن نے جان کو گود میں لیا اور تلاش معاش کے ارادے سے باہر نکلی سیونسن کی بیوی بھی ازراہِ ہمدردی ساتھ ہولی۔ اسے یہاں رہنا نہیں تھا، وہ تو قریب ترین شہر میں کیتھرائن کو پہنچا کر اپنے بھائی کے ہاں منسوٹا جلد از جلد روانہ ہوجانا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کیتھرائن کو کسی طرح کا روزگار مل جائے۔ پھر وہ اطمینان سے اپنی منزل کی طرف بڑھے۔ ایک دن تو یہاں ضائع ہو ہی چکا تھا۔ اب مزید ایک دن سے زیادہ ٹھہرنا کسی طرح ممکن نہ تھا، کیونکہ منسوٹا یہاں سے کافی فاصلے پر تھا، اور یہ مسافت انہی سست رفتار بیلوں کے سہارے طے کرنی تھی۔ خود کیتھرائن بھی سیونسن اور اس کی بیوی کی ان عنایتوں کو اپنے لیے ایک بوجھ محسوس کر رہی تھی۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر ان شریف لوگوں کے اخلاق اور مروت سے کہاں تک فائدہ اٹھایا جائے۔ پھر بھی حالات ایسے تھے کہ نہ چاہنے کے باوجود ان میاں بیوی کی نوازشیں وہ

قبول کرنے پر مجبور تھی۔ اس سلسلے کو ختم کر دینے کے لیے اس نے طے کیا تھا کہ آج کوئی نہ کوئی روزگار حاصل کر کے رہے گی۔

مختلف علاقوں کا چکر لگاتی، آخر وہ ایک اسٹور کے دروازے پر پہنچی یہاں پہنچ کر اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جان اس کے کندھے سے لگا تھا اور اس کی گردن میں اپنی ننھی باہیں حمائل کیے تھا۔

کیتھرائن کو یاد آیا ایک مرتبہ موسم بہار میں چارلز کے ساتھ وہ اس شہر میں آئی تھی اور اس اسٹور سے کچھ چیزیں خریدی تھیں۔ اس کے مالک مسٹر ہینڈرسن سے باتیں بھی ہوئی تھیں۔

وہ بار بار اندر جانے کا ارادہ کرتی لیکن غیرت پاؤں پکڑ لیتی، ارادہ متزلزل ہو جاتا، اتفاقاً مسٹر ہینڈرسن خود کسی کام سے باہر نکل آئے۔ انھوں نے کیتھرائن اور مسز سیونسن پر ایک نظر ڈالی، اور کہا۔

"محترمہ کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟" ہینڈرسن کیتھرائن کو پہچان نہ سکا، وہ دل ہی دل میں غرق ہوئی جارہی تھی۔ ایک مرتبہ خریداری کے لیے یہاں آئی تھی۔ وہ اسے چارلز کے زخمی ہونے کا حال بھی نہیں بتانا چاہتی تھی۔ آخر اس نے اپنی بکھری ہوئی ہمت مجتمع کی اور بدقت اپنے اوپر قابو پا کر،

"حالات ایسے ہیں کہ کچھ عرصے تک مجھے اس شہر میں رہنا ہے۔ میرا

خیال ہے آپ میری رہنمائی کرسکیں گے کہ میں کہاں جاؤں۔ چارلز نے مجھے کچھ روپے بھیجے ہیں، لیکن ———"

مسٹر ہینڈرسن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"سچی بات یہ ہے کہ ٹڈی دل کے حملے کے بعد بہت سے لوگ اپنے کنبے سمیت یہاں سے دوسری جگہوں پر منتقل ہو گئے ہیں۔ حالات بہت خراب ہیں، پھر بھی آپ میری بیوی سے مل لیجئے اور اگر ان سے معاملہ طے ہو سکے تو کر لیجئے۔ جو کچھ وہ منظور کر لے گی۔ مجھے بھی اس سے اتفاق ہوگا۔"

یہ کہ کر ہینڈرسن نے عقبی دروازہ کھولا اور آواز دی،

"ما، ——— دیکھنا دو خواتین تم سے ملنے آئی ہیں۔"

پھر اس نے کیتھرائن اور مسز سیونسن سے کہا،

"اندر تشریف لے جائیے!"

مسٹر ہینڈرسن کی بیوی ناشتے میں مصروف تھی۔ اس کی دو لڑکیاں اور ایک لڑکا بھی میز پر بیٹھے کھا پی رہے تھے، اس نے ان دونوں سے کہا،

"آئیے بیٹھیے!"

اور پھر لذیذ اور مرغّن ناشتے میں مصروف ہو گئی۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کیتھرائن کی کتھا سُنی اور بولی،

"ہاں ٹھیک تو ہے، تم اکیلی کس طرح اس ویرانے میں رہ سکتی تھیں، جب کہ موسم سرما بھی آنے پر تلا کھڑا ہے۔ اچھا کیا چلی آئیں ——— میں بڑی خوشی سے تمھیں اپنے ہاں رکھنے کو تیار ہوں، کرایہ کی رقم سے کچھ نہ کچھ کام چل ہی جاتا ہے، لیکن دیکھ لو ہمارا گھر تمھارے سامنے ہے۔ اس ایک بڈ روم میں ہم چھ آدمی سوتے ہیں اور جب کبھی اسکول ٹیچر کو ٹھہرانے کی باری ہمارے ذمے آتی ہے تو اس کا بستر باورچی خانے میں لگا دیتی ہوں کوئلے بہت گراں ہیں، ہم زیادہ تر گھاس جلاتے ہیں، جس سے ذرا دھوئیں کی تکلیف تو ہوتی ہے، لیکن کفایت بہر حال اچھی چیز ہے۔ ہم ایک وسیع اور کشادہ مکان بنانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ پھر یہ دشواریاں رفع ہو جائینگی خدا غارت کرے ان ٹڈیوں کو جنھوں نے خانہ خراب کر کے رکھ دیا ہے ——— بیٹی جانا، دیکھ بچّہ رو رہا ہے، اسے ذرا تھپک دے۔"

پھر مسز ہینڈرسن نے کہا،

"یہاں قریب ہی ایک خاتون مسز ڈیکر رہتی ہے۔ بڑی اچھی خاتون ہیں، نیک اور شریف، ان کے شوہر ایک دکان پر کام کرتے ہیں۔ ان کے پاس ایک اچھا سا کمرہ بھی ہے، رہنے والے صرف دو میاں بیوی۔ وہ بڑی آسانی سے اپنے ہاں بندوبست کر سکتی ہے، ورنہ پھر ایک خاتون مسز اسٹل ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو وہ بھی جگہ دے سکتی ہیں، کافی گنجائش ہے ان کے

گھر ہیں ——— کیوں نہ ان دونوں جگہوں میں سے کہیں کوشش کر کے دیکھ لو؟"

پھر مسز ہینڈرسن ازراہِ عنایت سڑک تک آ کر مسز ڈیکر کا مکان دکھا گئیں اور چلتے چلتے کہ گئیں۔

"اگر کہیں بندوبست نہ ہو سکے تو میرے پاس آ جانا میں سوچوں گی کہ کیا کر سکتی ہوں، بہر حال کچھ نہ کچھ بندوبست ہو ہی جائے گا۔"

کیتھرائن سیونسن کی بیوی کے ساتھ مسز ڈیکر کے ہاں پہنچی، اتفاق سے وہ دروازہ ہی پر کھڑی مل گئیں۔ اُنھوں نے تیز نظروں سے کیتھرائن کو بچے کو اور کیتھرائن کی انگلی میں شادی کی انگوٹھی کو دیکھا اور پوچھا۔

"کیسے آنا ہوا؟"

کیتھرائن نے کہا،

"ہمیں قیام کے لیے جگہ چاہیے!"

مسز ڈیکر نے سوال کیا،

"کہاں سے آئی ہو؟ کیوں آئی ہو؟"

کیتھرائن نے سارا واقعہ بیان کر دیا، مسز بہ کہانی سننے کے بعد بولیں،

"تو تمھارا شوہر مشرقی علاقے میں کام پر گیا ہوا ہے۔ لیکن کون سے شہر میں؟"

کیتھرائن نے مختصر سا جواب دیا۔

"اووا" ہیں!

مسز ڈیکر نے کہا،

"عجیب آدمی ہے! اووا کیا کرنے گیا ہے۔ اسے یہاں تمھارے پاس رہنا چاہیئے تھا، تمھاری اور بچہ کی خبر گیری کرنا چاہیئے تھی۔"

کیتھرائن نے کہا،

"وہ مشرقی علاقے میں سیر کرنے نہیں گیا ہے، روزگار کے سلسلے میں گیا ہے، جیسے ہی حالات سازگار ہوئے واپس آجائے گا۔"

کیتھرائن کو اس سوال وجواب سے بڑی کوفت اور تکلیف ہو رہی تھی لیکن مجبوری کا نام صبر ہے، مسز ڈیکر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"اچھی بات میں اپنے شوہر سے صلاح کر کے بتاؤں گی، —— ہاں لیکن تمھیں مسز ہینڈرسن نے بھیجا ہے نا؟"

کیتھرائن نے جواب دیا،

"جی ہاں!"

مسز ڈیکر بولیں،

"میں اپنے شوہر سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں، —— لیکن تم کتنا کرایہ دے سکتی ہو؟"

کیتھرائن نے جواب میں کہا،

"کوئی بھی معقول کرایہ دینے میں مجھے عذر نہیں ہے ——————

لیکن ——"

مسز ڈیکر نے بات پوری نہ ہونے دی، فرمایا،

"اندر آجاؤ!"

گھر واقعی کشادہ، ہوادار اور روشن تھا۔ فرنیچر بھی نیا اور عمدہ تھا۔ ایک کمرا سجا ہوا دکھایا گیا۔ اس میں ایک چارپائی تھی، بستر تھا، ایک میز اور دو کرسیاں تھیں، ضرورت کی اور بھی تمام چیزیں موجود تھیں۔ تکیوں کے غلاف پر "شب بخیر" (GOOD NIGHT) اور "خواب شیریں" (SWEET DREAMS) کڑھا ہوا تھا۔

مسز ڈیکر نے ایک اور سوال کیا،

"یہ بچہ زیادہ چیخ چیخ کر روتا تو نہیں؟"

"نہیں —— بالکل نہیں، شاذو نادر ہی روتا ہے۔ یہ تو بڑا ہنس مکھ ہے۔" کیتھرائن نے کہا،

مسز سیونسن نے جان کی تعریف میں پورا ایک قصیدہ پڑھ ڈالا، لیکن مسز ڈیکر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"یہ پورا کمرا تو نہیں دیا جا سکتا، اس کے گوشہ میں پردہ ڈال کر تمھارے

لیے جگہ بنا دی جائے گی ـــــــــ کیا تمھارے پاس اپنا پلنگ ہے ؟"

کیتھرائن نے جواب دیا۔

"میرے پاس کوئی پلنگ یا مسہری نہیں ہے !"

مسز ڈیکر نے کہا۔

"بہر حال زمین پر بستر لگانے کی اجازت تو میں نہیں دے سکتی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم اس پلنگ پر سو رہا کرو۔ البتہ جب اسکول ٹیچر کو ٹھہرانے کی باری ہمارے ذمے ہوگی۔ تب وہ بھی تمھارے ساتھ اس پلنگ پر سو رہا کرے گی ـــــــ منظور ہے ؟"

کیتھرائن کا جواب اس کے سوا کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا،

"منظور ہے ! بہر حال گزر کرنا ہی پڑے گا !"

"پھر تم یہاں آ سکتی ہو، ہر ہفتہ بیس روپے تمھیں دینا پڑیں گے !"

یہ سن کر کیتھرائن بھونچکی رہ گئی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مسز ڈیکر کو دیکھا اور بولی،

"آپ صرف دو آدمی ہیں اور اس پر روپیہ پیدا کرنے کی اتنی ہوس ؟ انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ آپ کو سوچنا چاہیئے اس سال کوئی فصل نہیں ہوئی۔ ٹڈی دل نے ہر چیز غارت کر دی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا میں آپ کا مطالبہ کس طرح پورا کر سکتی ہوں۔ چھوٹی سی پونجی میں کرایہ دینے کے

علاوہ کوئلہ بھی خریدنا ہے۔ جاڑے کا موسم کوئلے کے بغیر نہیں بسر ہو سکتا
اگر آپ مجھے اپنے گھر میں کسی کام پر رکھ لیں، میں شکریہ ادا کروں گی"
لیکن مصیبت یہ تھی کہ اوّل تو مسز ڈیکر کے ہاں کام ہی کونسا ایسا زیادہ تھا، اور جو کچھ تھا وہ اسے خود کرنے کی عادی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے کا کام کسی طرح انھیں پسند ہی نہیں آتا تھا
یہ سب کچھ سن کر مسز ڈیکر بولیں،
"اگر تم کرایہ دے سکو تو ______"
کیتھرائن نے جواب دیا،
"اگر میں دے سکتی ہوں تو آپ کی توقع سے بہت کم، شکریہ مسز ڈیکر، خدا حافظ!"
کیتھرائن جب واپس جا رہی تھی تو مسز ڈیکر نے کچھ کہنا چاہا، لیکن نہ جانے کیا سوچ کر رہ گئی اور خاموش ہی رہی۔ سیونسن کی بیوی جان کو گود میں لیے ہوئے تھی۔
یہ بات کیتھرائن کو بہت کھل رہی تھی کہ وہ سڑکوں پر اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی، خانہ بدوشی کے عالم میں، ایک نئے شہر میں اس طرح گھومنا بھلا نہیں لگتا تھا۔ اتنے میں پاس سے ایک بگھی گزری، جس میں دو مشکی گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ بگھی کے ساتھ ساتھ گرد اُڑ رہی تھی۔ بگھی رکی اور سامنے

سٹور سے ایک نوجوان کچھ چیزیں لیے ہوئے نکلا اور کیتھرائن کے پاس سے گزرتا ہوا بگھی پر سوار ہونے کے لیے بڑھا۔ دفعتہً وہ ٹھٹھکا، احتراماً ٹوپی اتار لی، منہ سے سگار نکالا اور باہر پھینک دیا۔

"او آپ! کہیے، اس خط میں سب خیریت کی خبریں تھیں نا؟"

یہ وہی نوجوان تھا جسے ایک روز کیتھرائن نے روک کر التجا کی تھی کہ شہر کے ڈاکخانے میں اگر چارلز کا خط آیا تو لیتا آئے۔

کیتھرائن نے اسے پہچان لیا۔

"ہاں سب طرح خیریت ہے، تم نے جو مہربانی کی تھی اسے میں کبھی نہیں بھولوں گی!"

نوجوان نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا،

"اگر ضرورت ہو تو میں یہ خدمت پھر بجالاؤں گا؟"

کیتھرائن کچھ تامل کرتی ہوئی بولی،

"نہیں، میں بہت شکر گزار ہوں، زیادہ مہربانی کا بوجھ نہیں سہار سکوں گی!"

نوجوان نے شکایت آمیز لہجے میں کہا،

"بار بار شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ نہ کیجیے!"

اس نوجوان کے رخصت ہو جانے کے بعد کیتھرائن نے ایسا محسوس

کیا جیسے وہ خواب دیکھ رہی تھی ۔ لوگوں کی آمد و رفت بغیر سبب اور مقصد
کے اس طرح جاری تھی جیسے یہ بھی کوئی خواب کا عمل ہو۔ اس نے سوچا
سیونسن کی بیوی اب اکتاتی جاتی ہے ۔ بیچاری نے بہت ساتھ دیا۔ واپس
پہنچی تو دیکھا سیونسن نہایت صبر سے جھکڑے میں بیٹھا انتظار کر رہا ہے
کہ اس مصیبت سے نجات ملے تو آگے بڑھے ، وہ محسوس کرنے لگی جس
طرح بھی ہو کچھ کرنا چاہیئے ۔ مسز اسنل سامنے والے مکان کی بالائی منزل
میں رہتی تھی ، یہ ایک دو منزلہ عمارت تھی ۔ وہ ہمت کر کے اوپر چڑھ گئی ،
اور اپنے حواس مجتمع کر کے دروازے تک پہنچ گئی جو بند تھا۔ وہ محسوس کر
رہی تھی کہ اس کے پیچھے نہ جانے کیا ہو۔ شاید انکاری جواب ملے گا۔ وہ اپنے
آپ کو زیادہ دیر تک اس دہشت میں مبتلا نہ رکھ سکی ۔ اس نے دستک
دی ۔ مسز اسنل نے دروازہ کھولا ، یہ ایک صاف شفاف مکان تھا ، لیکن
مسز اسنل اس وقت غصہ میں معلوم ہوتی تھی ، کیتھرائن اس کی برہمی کو نظر
انداز کر کے گھر کے اندر داخل ہو گئی ، اتنا شاندار گھر اور اتنا شاندار ساز و سامان
اس کی نظر سے کبھی نہ گزرا تھا ۔ دیواروں پر پھولدار کاغذ چپکے ہوئے تھے ۔
فرنیچر بھی بہت سلیقہ سے سجایا گیا تھا ۔ کرسیاں ، صوفہ ، بڑی میز ، ایک
اونچا سا لیمپ ، کیتھرائن نے ڈرتے ڈرتے کہا ،

"میں ایک ضرورت سے آپ کے پاس آئی ہوں!"

مسز اسنل نے گھور کر اسے دیکھا اور تیوری چڑھا کر بولی۔

"ضرورت؟ کیسی ضرورت؟"

کیتھرائن نے التجا آمیز لہجے میں جواب دیا،

"کچھ کام چاہتی ہوں!"

مسز اسنل نے سر سے پاؤں تک کیتھرائن کو ایک نظر دیکھا اور کہنے لگی،

"کام کی کیا کمی ہے؟ بہت کام، لیکن اگر تمھارا خیال یہ ہے کہ میں کسی لڑکی کو ملازم رکھ سکتی ہوں تو اپنی غلط فہمی تمھیں رفع کر لینی چاہیئے۔"

یہ جواب سُن کر کیتھرائن کا چہرہ زرد ہو گیا، وہ بولی۔

"مجھے صرف اتنا کام چاہیئے کہ فاقہ کشی نہ کرنی پڑے۔"

مسز اسنل نے ترش لہجے میں جواب دیا۔

"شاید تم ان لوگوں کے ساتھ آئی ہو جو ٹڈی دل کے ستائے ہوئے مختلف جگہوں پر ڈیرے ڈالے پڑے ہیں، یہی بات ہے نا؟"

کیتھرائن نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو! —— ہاں یہ ٹھیک ہے، میرا مطلب یہ ہے کہ یہ جو میرے ساتھ کھڑی ہیں، یہ مسز سیونسن ہیں، میں انہی کے ساتھ اس شہر میں آئی ہوں! لیکن ——"

مسز اسنل نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"میرا کہا مانو، بہتر یہ ہے کہ یہاں جھک مارنے کے بجائے مشرقی علاقے میں چلی جاؤ۔ وہاں کچھ نہ کچھ کامیابی ضرور ہوگی۔ یہاں کیا رکھا ہے؟ جس قدر جلد تم اس شہر سے چلی جاؤ اتنا ہی بہتر ہے۔ افسوس میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تمھیں بٹھا سکوں، بہت مصروف ہوں اور پھر بٹھا کر تم سے باتیں کروں گی اور اس طرح تمھارا قیمتی وقت برباد کروں۔ اس سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟ مجھے بہت سے کام کرنا ہیں۔ حالت یہ ہے کہ میرے تین بچے ہیں جنھیں کھلانا پڑتا ہے۔ اتنا بھی نہیں بچا سکتی کہ بچا کھچا بلّی کو کھلا سکوں۔ اب تو سارے شہر میں بلّیوں کا نام و نشان بھی نہیں ملے گا، بھوک سے عاجز آ کر نہ جانے کہاں روپوش ہو گئیں۔ اب تو چوہوں کا راج ہے، لہٰذا معاف کرو۔"

اور پھر جواب کا انتظار کیے بغیر دھڑ سے اس نے دروازہ بند کر لیا۔ کیتھرائن نے مسز سیونسن کے ہاتھ سے جان کو لیا اور کندھے سے لگا لیا اور گردن جھکا کر نیچے اُتر آئی۔ وہ تیز تیز چل رہی تھی، اس کا دماغ گھوم رہا تھا، اس کا دل اضطراب میں مبتلا تھا۔ اس کا تصور نہ جانے کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ وہ اتنی تیز چل رہی تھی کہ سیونسن کی بیوی اتنا تیز چلنے میں دقّت محسوس کر رہی تھی۔ وہ خود بھی حیران تھی کہ ان پیہم ناکامیوں

کے بعد کیتھرائن کیا کرے گی۔ کہاں جائے گی۔ کس طرح گزر بسر کرے گی۔ اس نے ہمدردی اور شفقت کے ساتھ کیتھرائن کا ہاتھ پکڑا اور اس سے پوچھا۔

"اب کیا ارادہ ہے؟"

کیتھرائن نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا،

"میں واپس جا رہی ہوں!"

کیتھرائن کے یہ الفاظ اس کے جذبات کے ترجمان تھے، وہ اب کسی قیمت پر اس شہر میں رہنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنے گھر سے کبھی نہیں نکلی تھی اور نکلی تو اس حالت میں کہ فقر و فاقہ کی مصیبت درپیش، تلاش روزگار کا سوال سامنے، اب دریوزہ گری کے سوا کوئی صورت نہیں تھی، لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیتھرائن نے سوچا۔ چارلز کی بیوی، چارلز کا بچہ، چارلز کا یہ چھوٹا سا خاندان بھیک مانگے گا؟ جہاں جائے گا اسے دروازے بند ملیں گے؟ یا پھر جواب صاف۔ ہاں یہ ٹھیک ہے چارلز دور ہے، بہت دور، وہ زخمی ہے، بے بس ہے، لیکن اس کا بنایا ہوا گھر تو موجود ہے۔ اگر مرنا ہی ہے تو وہیں کیوں نہ موت کا استقبال کیا جائے؟ پہلے سے وہاں جا کر کاٹ کھانے والی تنہائی سے دوچار ہونا پڑے، موسم سرما کی سختیاں برداشت کرنا پڑیں، چوروں اور رہزنوں کا خطرہ مول لینا پڑے، وہ ان سب آفتوں کا

مقابلہ کرے گی، وہ وہیں رہے گی، اسی گھر میں، اپنے گھر میں، چارلز وہیں آئے گا، وہ وہیں اس کا استقبال کرے گی۔

سیونسن کی بیوی کیتھرائن کا یہ فیصلہ سن کر چکرا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اب کیا کرے، یہ گھر جا رہی ہے، اور وہ اپنے بھائی کے ہاں جلد از جلد پہنچنے پر مجبور ہے۔ سیونسن سے یہ بھی تو نہیں کہ سکتی کہ ایک دن اور ضائع کرے اور کیتھرائن کو گھر تک پہنچا آئے۔

راستہ چلتے چلتے وہی نوجوان جو ایک مرتبہ چارلز کا خط لے کر آیا تھا، نظر آیا اس کے ہاتھ میں کچھ بنڈل تھے، انھیں سنبھال کر احتراماً اس نے ٹوپی اتار لی اور تمیز کے ساتھ سوال کیا۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟"

کیتھرائن نے اس سے پوچھا۔

"کیا یہ گاڑی تمھاری ہے؟"

نوجوان نے جواب دیا۔

"جی ہاں! ——— ارشاد؟"

وہ بولی۔

"تم جانتے ہو میرا گھر کہاں ہے، کیا تم وہاں تک مجھے پہنچا سکو گے؟ ——— میں پانچ روپے دوں گی!"

وہ آمادگی کے ساتھ گویا ہوا،

"بسر و چشم، ضرور پہنچا آؤں گا آپ کو وہاں تک!"

سیونسن کا چھکڑا سامنے ہی تھوڑے فاصلہ پر کھڑا تھا، اب وہ بھی آ گیا اور اس گفتگو میں حصّہ لینے لگا۔ اس نے سوچا اب اسے اپنے مردانہ حقوق استعمال کرنا چاہئیں، آخر چارلز کے سامنے کیتھرائن اور جان کی حفاظت کا جواب دِہ اور ذمہ دار وہی ہے، اس نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم واپس چلی جاؤ؟ میں اجازت نہیں دے سکتا!"

سیونسن کی بیوی نے دوسرا رویّہ اختیار کیا، اس نے کیتھرائن سے التجا کی اور روتے ہوئے کہنے لگی،

"اگر یہاں روزگار نہیں ملتا نہ ملے، تم ہمارے ساتھ چلو، ہم منسوٹا میں تمھارے لیے کوئی نہ کوئی معقول بندوبست کر دیں گے!"

کیتھرائن نے ایک نہ سنی، وہ اب کسی طرح بھی کسی نامعلوم مقام کی طرف یا اجنبی جگہ جانا نہیں چاہتی تھی جہاں چارلز کو اس کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑے، اگر وہ کہیں چلی گئی تو گیاہستان کا وہ چھوٹا سا گھر بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، کوئی نہ کوئی ضرور اس پر قبضہ کر لے گا، یہ سوچ کر وہ اپنے فیصلے میں اور اٹل ہو گئی۔ اس نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اب اسے واپس جانے سے نہیں روک سکتی، آخر سیونسن اور اس کی بیوی کو ہتھیار ڈال

دینا پڑے۔

کیتھرائن نے اپنی چھوٹی سی پونجی کو پیش نظر رکھ کر ضرورت کی کچھ چیزیں جو موسم میں کام آسکیں خرید لیں۔ اس نے یہ خریداری مسٹر ہینڈرسن کی دکان پر کی تھی، مسٹر ہینڈرسن نے اس کا ارادہ بھانپ کر سمجھانے کی کوشش کی، کہ ایسے تنہا مقام پر واپس نہ جائے، لیکن بہت مختصر طور پر اور نہایت کمزور لہجے میں، دوسروں کے معاملات میں اسے مداخلت کرنے کا کیا حق تھا؟

رخصت ہوتے وقت کیتھرائن نے سیونسن کا اور اس کی بیوی کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کیا سیونسن کی بیوی رو رہی تھی۔ کیتھرائن کا بھی سارا بدن کانپ رہا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی اب ان شریف میاں بیوی کو جن کی دوستی اور اخلاص ناقابل فراموش ہے، زندگی بھر کبھی دیکھنے کا موقع نہیں ملے گا اس نے سیونسن کی بیوی کو اسی گرم جوشی سے بوسہ دیا جس طرح اپنی بہنوں کو اپنے آبائی گھر سے ہمیشہ کے لیے چار لز کے ساتھ رخصت ہوتے ہوئے دیا تھا۔

کیتھرائن گاڑی میں بیٹھ گئی، کچھ دیر تک اس اجنبی نوجوان اور کیتھرائن میں باتیں ہوتی رہیں، پھر دونوں چپ ہو گئے۔ اس نوجوان کا نام ڈان گرے تھا، اس نے بڑے فخر سے کیتھرائن کو بتایا تھا کہ گھوڑوں کو تیز دوڑانے میں آج تک کوئی اس کا مدمقابل نہیں پیدا ہوا۔ گھوڑوں کو سدھانے

اور قابو کرنے کے فن میں بھی وہ اپنا جواب نہیں رکھتا اور اس شخص کا منتظر ہے جو اسے شکست دے سکے، اس طرح کی چند باتوں کے بعد ڈان گرے بھی خاموش ہو گیا اور کیتھرائن بھی۔ کیتھرائن پھر اپنے خوابوں کی دنیا میں پہنچ گئی، گھر ——— چارلز ——— مستقبل،

تھوڑی دیر کے بعد ڈان گرے نے نغمہ طرازی شروع کر دی، اور پھر دفعتہً یہ محسوس کر کے کہ ایک غیر خاتون کے سامنے اس طرح گانا بدتمیزی ہے خاموش ہو گیا، کیتھرائن نے کہا۔

"گاتے کیوں نہیں؟ گاؤ، مجھے گانا پسند ہے!"

جان اس کے تھکے ہوئے بازو پر غفلت کی نیند سو رہا تھا، ڈان گرے نے ترنگ میں آ کر گانا شروع کر دیا، کیتھرائن نے جب وہ گا چکا تو پوچھا،

"کیا تم بھی نو آباد کار ہو؟"

ڈان گرے نے جواب دیا،

"ہاں! ———"

"کوئی تمھارا گھر بھی ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟ ایک چھوٹا سا گھر ہے! بس صرف دو کمرے ہیں اس میں۔ جو زمین مجھے الاٹ ہوئی ہے وہ شہر سے چار میل کے فاصلہ پر ہے، خدا غارت کرے اس ٹڈی دل کو اس نے کہیں کا نہیں رکھا، شاید

اگلی فصل پر کچھ تلافی ہو جائے۔"

"باہمت آدمی معلوم ہوتے ہو، ہمت بڑی چیز ہے۔"

"ہاں باہمت آدمی تو ہوں (ذرا توقف کے بعد) ایک لڑکی سے دوستی بھی کر لی ہے۔ وہ ایک اسکول میں استانی ہے، جیسے ہی تعطیل کلاں کے لیے اسکول بند ہوا ہم شادی کر لیں گے۔"

"بہت اچھے!"

یہ کہ کر کیتھرائن مسکرانے لگی۔ اسے یہ محسوس کر کے خوشی ہوئی۔ کہ ڈان گرے ایک مرد معقول ہے، روزی محنت سے کماتا ہے اور اب شادی کر کے خوشی کی زندگی بسر کرے گا۔ ڈان گرے نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی عمر اتنی ہی ہے جتنی آپ کی، کسی اتوار کو موقع ملا تو میں اسے لے کر آپ سے ملانے آؤں گا۔ اتوار کا دن ہم اکثر سیر و تفریح میں بسر کرتے ہیں۔ گھوڑوں کی یہ جوڑی بڑی مضبوط ہے۔ آتے جاتے چالیس میل طے کر لینا ان کے لیے کوئی بات ہی نہیں" کیتھرائن سوچنے لگی ایک دن چارلز بھی ایک بگھی اور گھوڑوں کی جوڑی کا مالک ہوگا، سیونسن چلا گیا، اس کا افسوس ہے لیکن کچھ اور دوست پیدا ہو رہے ہیں، اس کی خوشی ہے۔ ویسے بھی ہمارے گھر سے کچھ فاصلے پر لوگ آباد ہی ہیں۔ ہمارے پاس جب بگھی ہو جائے گی تو

ان کے ہاں آنا جانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔

اسی طرح باتیں کرتے اور مستقبل کے بارے میں غور کرتے یہ لوگ منزلِ مقصود تک پہنچ گئے، کیتھرائن نے دیکھا ہر چیز ویسی ہی ہے، وہی گھاس، وہی دلدل، وہی چارلز کا کھودا ہوا کنواں، وہی چشمہ، وہی گھر۔ ڈان گرے نے سامان اٹھایا، کیتھرائن نے جان کو گود میں لیا اور گھر کا بند دروازہ ایک مرتبہ پھر کھولا۔ اتنے عرصے میں گھر کوڑے کرکٹ سے بھر گیا تھا جو سامان آیا تھا وہ بکھرا پڑا تھا، لیکن کیتھرائن نے اطمینان کا سانس لیا۔ بہرحال یہ اپنا گھر تھا، ڈان گرے نے کہا۔

"گھر تو بڑا اچھا ہے، بڑے آرام سے رہتی ہوں گی آپ یہاں؟"

کیتھرائن نے جواب دیا۔

"ہاں کیوں نہیں، اپنا گھر اپنا گھر ہوتا ہے!"

ڈان گرے نے سارا سامان احتیاط سے جما دیا، پھر کنویں سے پانی بھر لایا اس کے بعد پوچھا،

"کوئی اور کام ہو تو وہ بھی کر دوں؟"

کیتھرائن نے کہا،

"نہیں! بہت بہت شکریہ، اب کوئی کام نہیں!"

اس کے بعد کیتھرائن نے پانچ روپے کا ایک نوٹ ڈان گرے کی طرف

بڑھا دیا، اس نے جھجکتے ہوئے لے لیا۔ ڈان گرے نے کہا۔

"مجھے بڑا دکھ ہو رہا ہے یہ دیکھ کر کہ آپ یہاں تنہا رہیں گی، لیکن میرا خیال ہے یہ محفوظ جگہ ہے، آپ کے شوہر کب تک آجائیں گے؟"

"یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا!"

"آپ کے پاس پستول تو ہے! لیکن آپ اسے چلانا بھی جانتی ہیں؟"

"بہت اچھی طرح!"

"بس پھر کوئی اندیشہ کی بات نہیں، —— ریڈا اور میں اگلے اتوار کو اگر موسم ٹھیک رہا تو ضرور آئیں گے، ہمارے استقبال کی تیاری کر رکھیئے گا! اچھا خدا حافظ!"

ڈان گرے چلا گیا!

کیتھرائن نے بکس کھول کر پستول نکالا اور اسے بھر لیا، پھر بستر کھولا اور اسے بچھا لیا، جان گود میں مچل رہا تھا، اسے بستر پر لٹاتی ہوئی بولی۔

"لیجیئے مسٹر جان! آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔"

پھر وہ اس کے پاس لیٹ گئی، بہت تھکی ہوئی تھی فوراً ہی سو گئی۔ کبھی کبھی جان اس کی نیند میں خلل ڈال دیتا تھا، ان ذرا ذرا سے وقفوں کو الگ کر کے وہ تقریباً سولہ گھنٹے تک سوئی۔ پھر جب بیدار ہوئی تو طبیعت بحال تھی اور سکون کی طرف مائل۔ اس نے اپنے آپ کو یقین دلایا کہ موسم

سرما اطمینان سے یہاں گزارے گی، چارلز واپس آئے گا، لیکن خالی ہاتھ۔ اگر میں چلی جاتی اور وہ یہاں آکر مجھے نہ پاتا اور اس گھر پر کسی اور نے قبضہ کر لیا ہوتا تو اسے کتنی تکلیف ہوتی۔ یہاں رہ کر میں اس کا انتظار کرونگی وہ آئے گا تو ہم دونوں مل کر پھر سے کام شروع کر دیں گے۔ جان کھیت میں ہمارے ساتھ رہا کرے گا۔

اگلے ہفتے اس نے چارلز کو ایک طویل خط لکھا۔ خیال یہ تھا کہ ڈان گرے اتوار کو آنے ہی والا ہے، اسے دے دے گی، وہ پوسٹ کر دے گا۔ اس نے چارلز کو لکھ دیا تھا کہ سیونسن چلا گیا ہے۔ اس خط میں اس نے وہ بات اتنی صفائی سے کہہ دی تھی جو کبھی زبان سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ اس نے لکھا تھا، چارلز میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں۔ اس نے یہ خوشخبری بھی سنائی تھی کہ جان کے دانت نکل آئے ہیں اور یہ اطمینان بھی دلایا تھا کہ خرچ کرنے کو اس کے پاس روپے ہیں۔ جان خیریت سے ہے۔ اور ہمیں مزید روپے کی ضرورت نہیں، موسم سرما آ رہا ہے، لیکن وہ اچھی طرح گزر جائے گا، آخر میں اس نے لکھا تھا۔

"یہ زمانہ ہم پر سخت گزر رہا ہے، لیکن ہمیشہ نہیں رہے گا۔ حال کے بجائے ہمیں مستقبل پر نظر رکھنی چاہیے۔ ایک ملک کو بنانا، ایک شہر کو بسانا کوئی معمولی کام نہیں ہے، قدرت نے یہ موقع دیا ہے کہ

ہم یہ کام انجام دیں ۔ ہمارے آباء و اجداد کو نوآبادکاری کے وقت جو دکھ جھیلنا پڑے تھے، ان کے مقابلے میں ہمیں کہیں زیادہ سہولتیں حاصل ہیں ۔ آمد و رفت کی آسانیاں موجود ہیں ۔ مٹی کا تیل مل جاتا ہے اسٹوو ایجاد ہو گئے ہیں ۔ بڑی آسانی سے کھانا پک جاتا ہے ۔ ریل بھی قریب ہی ہے ۔ مجھے یقین ہے اپنے والدین کی طرح، بلکہ ان سے کہیں زیادہ شاندار اور باآرام زندگی بسر کرنے کے مواقع ہمیں حاصل ہوں گے اور اس وقت ہم محسوس کریں گے کہ یہ سخت زمانہ نتیجے کے اعتبار سے کتنا خوشگوار رہا ۔"

کیتھرائن نے یہ خط بڑی احتیاط سے موڑ کر لفافہ میں رکھا، مُہر لگائی اور پتہ لکھا، لیکن یہ سپردِ ڈاک نہ ہو سکا ۔ جاڑوں کا پورا موسم اس نے بائیبل کی جلد میں گزار دیا، کیونکہ موسم دفعتہً بدل گیا تھا، سنیچر کی صبح ایسی خوشگوار تھی جیسے مئی کا کوئی دن، سہ پہر کو گھنگھور گھٹا شمال مغرب کی طرف سے اٹھی اور ہر طرف چھا گئی، اور پھر یخ بستہ ہواؤں کے جھکڑ شروع ہو گئے۔ اور اس کے بعد برفباری کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ جس نے دروازوں اور کھڑکیوں تک کو منجمد کر دیا ——— نہ ڈان گرے آیا نہ خط گیا۔

زندگی، زندگی

ذرّے کا بھی چمکے گا ستارہ
قائم جو زمین و آسماں ہے!

آتا ہے طوفاں آنے دو ،
بادل گرجیں بجلی چمکے ،
موجیں تڑپ کر گزریں سر سے
میرا سفینہ پار لگے گا ،
پار لگے گا میرا سفینہ ،
قسمت میری ساتھ ہے میرے
میری قسمت
میری ہمت ، میرے بازو ، میرا جوش
آتا ہے طوفان آنے دو ۔

(۱)

ین شب و روز مسلسل طوفانی ہوائیں چلتی رہیں اور بھر برفباری ہوتی
- ہر طرف برف ہی برف نظر آرہی تھی - بادل دیکھتے ہی بے ساختہ اسکے
سے نکلا خدا خیر کرے - پھر جس قدر زیادہ مقدار میں ہو سکا، اس نے
ں جمع کر لی اور ٹھٹھرا دینے والی سردی میں اس کی مدہم آنچ سے اپنے
کو اور جان کو گرم کرتی رہی -

یہ تاریک شب و روز اس نے بڑی بے کلی سے کاٹے - مٹی کا
م تھا، اس لیے بڑی احتیاط اور کفایت سے کام لینا پڑتا تھا، صرف
وقت لالٹین جلاتی تھی جب کوئی ضرورت ہو، خوف اور دہشت
ا حال ہو رہا تھا - طرح طرح کے خیالات پریشان آتے اور وہ
میں مبتلا ہو جاتی - جتنا جتنا ان خیالات کو جھٹکنے کی کوشش

کرتی، اتنی ہی اتنی ان کی یورش ہوتی - رہ رہ کر ایک سوال ذہن و دماغ سے ٹکراتا تھا -

"ایسے موقع پر اگر جان بیمار پڑ گیا تو کیا ہو گا؟"

اور پھر خود ہی اپنے دلِ ناتواں کو تسلی دیتی اور بڑبڑاتی -

"وہ کیوں بیمار ہونے لگا، وہ ایک مضبوط اور تندرست بچہ ہے اور اگر وہ بیمار پڑ بھی گیا تو میں کس لیے ہوں؟ اس کی دیکھ بھال کروں گی، تیمار داری کروں گی، جس طرح بھی ہو سکا اسے بیمار نہ پڑنے دوں گی، یہاں کوئی ڈاکٹر بھی تو نہیں ہے"

پھر دل نے پوچھا - فرض کرو چارلز کو کوئی اور حادثہ پیش آ گیا تو؟

ساتھ ہی ساتھ ایک اور سوال ذہن و دماغ سے ٹکرایا -

"فرض کرو چارلز کبھی واپس نہ آیا پھر کیا ہو گا؟"

اس نے اپنے اندر بیٹھے ہوئے سوال کرنے والے سے کہا،

"خاموش! میں ایسی باتیں نہیں سنوں گی!"

وہ انھیں خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ ہوا کے جھکڑ میں بھیڑیے کی آواز سنائی دی، —— شاید بہت سے بھیڑیے نغمہ طرازی کر رہے تھے -

کیتھرائن نے پھر اپنے آپ کو سنبھالا اور خود سے مخاطب ہوئی

"ڈرنے کی کیا بات ہے؟ میرے پاس بندوق ہے، پستول ہے
بھیڑیئے کی کیا مجال کہ میرے گھر میں قدم رکھ جائے"
لیکن فوراً دل میں بیٹھے ہوئے سوال کرنے والے نے سوال کیا،
"جب تم پانی بھرنے باہر جاؤ گی، موقع پاکر وفعتہً اگر چالاک بھیڑیا اندر
گھس آیا تو ننھے جان کا کیا حشر ہوگا اس اکیلے گھر میں؟"
کیتھرائن نے پھر اپنے آپ کو تسلی دی۔
"اس پریشان خیالی سے کیا فائدہ؟ ان وہشت انگیز خیالات
کی آماجگاہ میں کیوں بن رہی ہوں؟ کوئی خطرہ درپیش نہیں، کچھ بھی نہیں ہوگا
سب طرح خیریت رہے گی"
وہ اس بے نام اور بے شکل خوف پر غلبہ نہ پاسکی، وہ چپ ہوگئی،
لیکن یہ دہشت اس پر بار بار حملہ آور ہوتی رہی۔ ایک مرتبہ پھر خیال آیا۔
"اگر جان بیمار پڑ گیا تو میں کیا کروں گی؟ کیا کر سکوں گی؟"
اس نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اپنے سوال کرنے والے
سے کہا۔
"چپ رہو، خاموش ہو جاؤ، ایسی باتیں نہ کرو، یہ باتیں میں نہیں برداشت
کرسکتی!"
اس پر نزع کی سی کیفیت طاری تھی۔ کوئی ساتھی نہ تھا، کوئی تسلّی

دینے والا نہ تھا، آس پاس نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ خوفناک سناٹا تھا، خوفناک ہوائیں تھیں، خوفناک موسم تھا ـــــ خوفناک بھیڑیے تھے۔

وہ اپنے آپ کو جھڑکتی ہوئی بولی،

"کیتھرائن تجھے کیا ہو گیا ہے؟ پگلی اس طرح کی باتیں کیوں سوچتی ہے؛ ہمت سے کام لے، حوصلہ قائم رکھ، دل تھوڑا کیوں کرتی ہے؟ یہ صرف ایک طوفان ہے، موسم بہار آنے سے پہلے نہ جانے اور کتنے طوفان آئیں گے"

اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے بے شکل اور بے نام خوف پر غلبہ پانے کی کوشش کی۔

چوتھے روز کیتھرائن اس طرح بیدار ہوئی کہ اس کا دل و دماغ معطّل تھا، اس کے لب بند تھے، لیکن خیالات پریشان کی یورش جاری تھی۔ سامنے ننّھا جان بے خبر راحت کی نیند سو رہا تھا، تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا، وہ اٹھی اس نے لمپ روشن کیا اور چولھے میں گھاس ڈال کر آگ سلگائی۔

اب تک برابر وہ اپنی بے حوصلگی سے مقابلہ کرتی چلی آ رہی تھی، کسی نہ کسی طرح اپنی خود اعتمادی کو قائم رکھے ہوئے تھی، لیکن جب باہر نکلنے کے ارادے سے اس نے دروازہ کھولا تو ایک مرتبہ پھر اس کا حوصلہ ڈگمگانے لگا۔ اس کی خود اعتمادی کانپنے لگی۔ ایک نہایت وحشت ناک صورت نے

اسے چونکا دیا - وہ لرزہ براندام ہو گئی - اس نے محسوس کیا باہر سے کوئی چیز دروازے کو دھکا دے رہی ہے۔

اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے ڈگمگاتے ہوئے حوصلے کو قائم کرنے کی کوشش کی، اور اپنے آپ کو سمجھایا - کچھ نہیں، یہ صرف ہوا کا جھکڑ ہے، کوئی خطرے کی بات نہیں، اس نے اپنی ساری قوت مجتمع کی، اور دروازہ سے اڑ کر کھڑی ہو گئی، ـــــــ لیکن اس کا خیال صحیح تھا، واقعی کوئی خاص خطرہ نہیں تھا - یہ صرف ہوا کا جھکڑ تھا جو بند دروازے کو کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اور جس سے پیٹھ لگا کر وہ کھڑی ہو گئی تھی کہ ہرگز نہ کھلنے دے گی اس نے دروازے سے جھانک کر دیکھا تو ہر طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی اور اس پر سے گزرتی ہوئی ہوا بدن کو ٹھٹھرائے دے رہی تھی بدن ہی کو نہیں سورج کو بھی، ایسا معلوم ہوتا تھا ان طوفانی ہواؤں سے دن بھی کانپ رہا ہے۔ سارے علاقے پر طوفانی ہواؤں کی اور برف کے گالوں کی حکومت قائم تھی ـــــــ یہ ایک ایسی دنیا تھی جو نہ زندگی سے ہمکنار تھی نہ موت سے ہم آغوش! یوں سمجھنا چاہیئے کہ زندگی اور موت کے درمیان ایک کیفیت طاری تھی۔

وہ محسوس کر رہی تھی کہ انسان کی بساط قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے - اس کی ساری شہ زوری قدرت کے ایک جھٹکے میں ہوا ہو

جاتی ہے۔ وہ تھکے ہوئے دل، تھکے ہوئے اعصاب اور تھکے ہوئے دماغ کے ساتھ انہی پرپیچ خیالات میں جو غم اور وہشت پر مبنی تھے، کھو گئی اسے زندہ رہنے کے لیے جدوجہد کرنی تھی، اپنے وجود کا ثبوت دینا تھا، بغیر اس تیقن کے کہ فتح حاصل ہوگی۔

شہر سے ناکام و نامراد، مایوس اور دل شکستہ ہو کر جب کینتھرائن اپنے گھر واپس آئی تھی اور پھر جب پہلی مرتبہ اسے طوفانی ہواؤں سے دوچار ہونا پڑا تھا، وہ وقت عجیب تھا۔ ناقابلِ بیان وہشت اور ساتھ ہی حوصلہ اور امنگ۔ وہ انسان کی عظمت سے واقف تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی۔ وہ ایک زندہ انسان ہے اور خدا اس کے ساتھ ہے۔ اس نے خیال کیا حالات کیسے ہی نامساعد ہوں، ہم ان پر غلبہ پالیں گے۔ پھر اسے چارلز کی وہ مستانہ نغمہ طرازی یاد آگئی۔ جو ہمیشہ اسے نشاط اور خود اعتمادی کی دنیا میں پہنچا دیتی تھی۔

آتا ہے طوفان آنے دو
بادل گرجیں بجلی چمکے
موجیں تڑپ کر گزریں سر سے
میرا سفینہ پار لگے گا
پار لگے گا میرا سفینہ

قسمت میری ساتھ ہے میرے

میری قسمت —— میری ہمت، میرے بازو، میرا جوش،

آتا ہے طوفان آنے دو،

کیتھرائن نے ایک گہری سانس لی اور پھاوڑا لے کر برف کے جمے ہوئے تودوں پر حملہ کرنے چلی۔ قدم قدم پر اسے برف سے جنگ کرنی پڑ رہی تھی، کچلتی، پھاڑتی، کاٹتی، کھودتی، سرکاتی، اپنا راستہ بنا رہی تھی، —— یہ بہت بڑی فتح تھی۔

اکتوبر کے مہینے میں اتنا بڑا برفانی طوفان اس امر کی غمازی کر رہا تھا کہ اس مرتبہ قیامت کی سردی پڑے گی۔ اسے نہیں معلوم تھا دوسرا طوفان کب آئے گا، لیکن جب بھی آئے گا اچانک اور دفعتہً آئے گا۔ اسے سب سے زیادہ فکر ایندھن کی تھی، اس نے برف کھود کھود کر گھاس نکالی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گٹھر بنائے، پھر ان سب کو رسّی میں باندھ کر کھینچتی ہوئی گھر تک لے آئی۔

گھر آنے کے بعد اس نے اپنے ہاتھ دھوئے۔ پانی میں بھی برف کے ریزے موجود تھے، اور اس کے بدن پر اور ہاتھ پر بھی۔ وہ آئینہ کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی ناک برف سے سفید تھی، اس کے کانوں پر برف کا سفید غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اس نے جلدی جلدی کھرچ کھرچ کر

برف کو پھلنگتا۔

پھر تین ہفتے تک موسم اچھا رہا۔ برف بھی پگھلنا شروع ہو گئی تھی، دروازہ آسانی سے کھل سکتا اور بند ہو سکتا تھا۔ وہ اکثر دروازہ کھلا رکھتی۔ تاکہ خوشگوار اور تازہ ہوا اندر آسکے، گھر کی چھت پر کھڑی ہو کر وہ شہر کا دھندلا نظارہ کر سکتی تھی۔ میدان اتنا صاف تھا کہ پچاس میل تک کی عمارتیں نظر آسکتی تھیں۔

سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ جو خط اس نے چارلز کے نام لکھا تھا، وہ اب تک سپردِ ڈاک نہ ہو سکا تھا۔ مسٹر ڈان گرے اور ان کی منگیتر ریٹا نے حالات سے مجبور ہو کر شاید آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہو۔ شاید وہ ڈر رہے ہوں گے کہ راستے میں کہیں طوفان نہ آجائے، اور وہ کچھ نہ کر سکیں، نہ آگے بڑھنا ممکن ہو نہ پیچھے ہٹنا، بے بس ہو کر رہ جائیں۔

نومبر کے شروع سے سردی کا عہد شباب شروع ہو گیا۔ طوفانی ہوائیں متواتر اور تسلسل کے ساتھ چلنے لگیں۔ کسی روز دن اچھی طرح گزر جاتا۔ کسی دن طوفانی جھکڑ چلنے لگتے۔ برفباری کے بعد وہ ہمیشہ پھاوڑا لے کر نکلتی اور برف سے جنگ شروع کر دیتی۔ بعض دفعہ اسے گھنٹوں گھٹنوں برف کے اندر چلنا پڑتا۔ ساری دنیا برف کی سفید چادر میں ڈھکی ہوئی نظر آرہی تھی جب واپس آتی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے سارا چہرہ منجمد ہو گیا ہے۔

طوفانی ہواؤں کے زمانے میں وہ برابر گھاس سلگا سلگا کر کمرہ گرم رکھتی۔ پکانے ریندھنے اور کھانے کھلانے کے بعد باقی وقت وہ جان کے ساتھ کھیلنے میں صرف کرتی۔

جان اب ذرا بڑا ہو چلا تھا۔ کچھ کچھ چلنا سیکھ گیا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں کیتھرائن کو پیار اور کبھی شرارت سے تکا کرتیں۔ اس کا چھوٹا سا مضبوط جسم اس کی قوت ارادی کا ترجمان تھا۔ وہ اب کمر سیدھی کر کے کھڑا ہو سکتا تھا کچھ چل بھی سکتا تھا۔ بعض الفاظ بھی اس کی زبان پر آگئے تھے۔ "ماما" کا لفظ اس کے کان میں جب ٹکراتا تو وہ نہال ہو جاتی، اور فوراً ہی نصیحت کا دفتر کھول دیتی۔ جب جان کے منہ سے "ماما" کا لفظ نکلتا وہ فوراً ٹوکتی:

"پاپا ——— کہو پاپا!"

جان یہ لفظ ادا کرنے کی کوشش کرتا، لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں ٹوٹے ہوئے الفاظ سے۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگتا، وہ اسے گود میں اٹھا لیتی، تھپکتی، پیار کرتی اور اپنے سینے سے لگا لیتی۔ اپنا منہ اس کے بدن سے پیٹ سے، آنکھوں سے رگڑتی۔ وہ اپنی مٹھی سے اس کے بال پکڑ لیتا اور وہ قہقہہ لگانے لگتی پھر خود بھی اسے چھیڑتی، کبھی اس کی ناک پکڑ کر دبا دیتی، کبھی گدگدانے لگتی، کبھی چٹکی لے لیتی۔

یہ زندگی اس وقت اسے کانٹے کی طرح کھٹکنے لگتی تھی، بلکہ ایسا

محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک چارلز نہ آجائے، جان کے وجود میں وہ کھوئی ہوئی تھی، اس کے پیار دلار میں ہر پریشانی بھولی ہوئی تھی لیکن ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا کہ وہ بے شکل اور بے نام وحشت جو دل کے اندر بیٹھے ہوئے سوال کرنے والے کے سوالوں سے پیدا ہوتی ہے کہیں پھر واپس نہ آجائے۔ لیکن جیسے جیسے دن گزرتے گئے وہ وحشت انگیز خیالات اور خوفناک سوالات مدھم پڑتے گئے۔ وہ ہر وقت خوش رہنے کی کوشش کرتی اور یہی چیز ہجوم آفات سے اسے بچاتی تھی۔

پھر طوفان آیا، پھر برف باری شروع ہوئی اور لگاتار سات دن تک یہ سلسلہ جاری رہا، لیکن اس کے استقلال اور ہمت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کے پاس گھاس کا کافی ذخیرہ تھا۔ یہ گھاس تین دن تک بڑی آسانی سے مشکل کشائی کر سکتی تھی، اور یہ بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ طوفان تین دن سے زیادہ رہ سکتا ہے، تیسرے روز احتیاط سے جلانے کے باوجود گھاس ختم ہو گئی، چوتھے روز اس نے ایک چوبی بکس کے ٹکڑے کیے اور انھیں جلا جلا کر کھانا پکایا، اور کمرہ گرم رکھا۔ پانچویں روز بھی بکس کے بچے ہوئے ٹکڑے کام آئے، اب صرف بنچ اور کرسی باقی رہ گئی تھی، لیکن مصیبت یہ تھی کہ کلہاڑی گودام میں رکھی ہوئی تھی، جہاں تک جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

آخر کمبل اوڑھ لپیٹ کر جان کو گود میں لے کر وہ بیٹھ گئی۔ آگ بجھ جانے کے بعد روشنی کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ کھڑکیاں ہرے رنگ کی تھیں، اور ان پر روغنی کاغذ لگا ہوا تھا۔ یکایک اس نے دیکھا جیسے کھڑکی سے کوئی آنکھ اس کی طرف تک رہی ہے۔ ہوا اب تک چل رہی تھی، تاریکی اب تک قائم تھی، یہ محسوس کرنا مشکل تھا کہ اس وقت دن ہے یا رات۔ تاریکی اتنی زیادہ تھی کہ پھر وہ کچھ نہ دیکھ سکی۔

وہ پھر اپنے خیالات میں کھو گئی، اس نے سوچا اگر جان کو اپنے ساتھ ایک ہی کمبل میں سلا لوں تو کم از کم کچھ عرصے تک دونوں گرم رہیں گے، بنچ کو اور کرسی کو توڑ کر جلانے کی کوئی صورت نہیں تھی، یہی تدبیر سمجھ میں آئی کہ کمبل سے کام نکالنے کی کوشش کی جائے۔

ساتویں دن حالت ناقابل برداشت ہو گئی، ایک چھوٹی سی چوکی پڑی تھی وہ اس نے پٹخ پٹخ کر توڑی اور جتنی کچھ لکڑی اس طرح فراہم ہو سکی، اسی سے چائے بنائی، آلو ابالے اور جان کو خوب پیٹ بھر کر کھلا دیا، اور اس کے بعد اوڑھ لپیٹ کر پھر لیٹ گئی۔

ہوا میں ایک طرح کی تبدیلی اس نے محسوس کی، اور وہ چونک پڑی وہ اب تک یہ معلوم نہیں کر سکی تھی کہ دن ہے یا رات۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا، ہر طرف برف کی سفیدی بکھری ہوئی تھی۔ اتنے میں شمالی ہوا

چلنے لگی، اور کیتھرائن نے محسوس کیا اب طوفان ختم ہو رہا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر دروازہ کھولا، طوفان کے آثار غائب ہوتے جا رہے تھے، لیکن ہوا اب بھی اتنی تیز چل رہی تھی کہ جب وہ گھر سے گھاس توڑنے باہر نکلی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اڑی چلی جا رہی ہے، اور جب گٹھڑ بنا کر اسے کھینچتی ہوئی واپس آئی تو ہوا کا زور اس طرح روک رہا تھا جیسے کوئی اسے دھکیل رہا ہو۔

بہرحال اس نے بہت سی گھاس جمع کر لی، چشمے کی طرف نظر ڈالی تو دوسری طرف ایک سیاہ دھبہ سا نظر آیا جس نے اسے پریشان کر دیا، کچھ سمجھ میں نہ آیا یہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اس نے سوچا ممکن ہے یہ فریب نظر ہو، ممکن ہے یہ کوئی خطرہ ہو۔ لیکن اگر کوئی خطرہ ہوا تو وہ کس طرح اس کا مقابلہ کر سکے گی، اس نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا، اور چپکے سے آ کر بستر میں دبک گئی۔

صبح ہوئی تو دھوپ چمک رہی تھی، اور دھوپ نے برف کو بھی چمکا رکھا تھا، چشمہ کے پاس اسے گایوں کا ایک گلّہ نظر آیا، جو سر سے سر جوڑے کھڑی تھیں۔ دفعتہً اسے خیال آیا کہیں یہ گھاس کا صفایا نہ کر دیں۔ اس نے پستول ہاتھ میں لیا اور باہر نکلی۔ اس نے ڈنڈا یا کلہاڑا ہاتھ میں لینے کی ضرورت محسوس نہ کی پستول اس لیے کہ اگر کوئی آدمی شرارت پر آمادہ ہو تو

اس سے مقابلہ کیا جاسکے، ڈنڈا اور کلہاڑا اس لیے نہیں کہ بھوک سے نڈھال گائیں آسانی سے ہنکائی جاسکتی تھیں، اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہ کسی طرح نہ بھاگیں تو ہوا میں پستول چلا کر وہشت زدہ کر کے بھگا دے گی۔

لیکن گایوں نے نہ ہشکارنے سے جنبش کی، نہ پستول کی ہوائی گولی انھیں جنبش میں لا سکی۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ بہت دیر سے اسی طرح کھڑی ہوئی ہیں، کل طوفان کی حالت میں اسے جو دھبّہ سا نظر آیا تھا ہو نہ ہو یہی تھیں۔ آخر ہمت کر کے وہ ان کے قریب پہنچی یہ بالکل بے حس و حرکت کھڑی ہوئی تھیں، شاید مر چکی تھیں، شاید برف نے انھیں منجمد کر دیا تھا۔ اگر زندہ ہوتیں تو سانس تو آ رہی ہوتی۔

یہ خیال کہ یہ مر چکی ہیں۔ کیتھرائن کے دل میں ایک امید پیدا کرنے کا موجب ہوا ——— گوشت!

کیتھرائن کی ہمت جواب دے گئی، ایسا معلوم ہو رہا تھا گایوں کے اس گلّے میں کوئی ایسی ہیبت ناک چیز بھی جس نے اس پر ایک انجانا خوف مسلط کر دیا ہے۔ ایک ایسی پھنکار جو مافوق الفطرت تھی، اس بے حس و حرکت گلّے سے آ رہی تھی۔ اس کے جبڑے جم گئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ گھٹنے گھٹنے برف میں ہوتی ہوئی جمے ہوئے نالے کے کنارے پہنچ گئی، وہ سوچ رہی تھی کتنا بڑا خطرہ جان کو گھر میں تنہا چھوڑ کر اور خود اس گلّے کے چکر میں

پڑکر مول لے رہی ہوں، کہیں یہ کوئی بہت بڑی اور ناقابلِ تلافی غلطی نہ بن جائے۔ اتنا قریب پہنچنے کے بعد بھی گلّے میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ اس سے دس قدم کے فاصلے پر رہ گئی، پھر پانچ قدم، پھر دو، پھر آمنے سامنے کھڑی ہو گئی، لیکن جنبش اب بھی ناپید تھی۔

یہ گائیں سر جھکائے کھڑی تھیں، ان کی آنکھوں پر، کانوں پر، منہ پر، اور سارے بدن پر برف کے ٹکڑے جمے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ گئی ابھی اس نے جو پھنکار سنی تھی وہ برف پھٹنے سے بلند ہو رہی تھی۔ برف ہی نے انھیں اندھا کر دیا ہے، ورنہ یہ زندہ ہیں۔

رحم کے جذبے سے مجبور ہو کر اور قدرت کی اس بے پناہ سفاکی کا منظر دیکھ کر وہ کانپ رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر برف پر سے گزرتی سب سے قریبی گائے کے پاس پہنچ گئی، جو نہایت صبر سے جان دے رہی تھی۔ اس نے جمی ہوئی برف اس کے پپوٹے سے ہٹائی۔ ایک مرتبہ پھنکار کر گائے نے دہشت کے ساتھ بڑے زور سے سر اٹھایا اور بے تحاشا بھاگی، لیکن اس کے پاؤں کانپ رہے تھے۔ گلّے کی دوسری گائیں تھر تھر کانپنے لگیں۔ چند قدم چلنے کے بعد پہلی گائے ٹھہر گئی۔ اسے یکایک اپنے تنہا رہ جانے کا احساس ہوا، اور پھر دوبارہ وہ گلّے کی طرف بڑھی۔ اس کے حلق سے ایک خوفناک اور درد بھری آواز نکلی، پھر اس نے بھی

اپنا سر جھکا لیا اور کھڑی ہو گئی۔

کیتھرائن نے اندازہ کر لیا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اس کی نظر ایک بچھڑے پر پڑی جو گلّے سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ کیتھرائن نے ایک فیصلہ کر لیا، وہ مضبوط قدم رکھتی بچھڑے کے پاس پہنچ گئی۔ پستول اس کی کنپٹی پر رکھ دیا، پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فائر کر دیا۔

ایک دھماکے کے ساتھ وہ گر پڑا۔

کیتھرائن نے محسوس کیا گلّے کی دوسری گائیں لرز رہی ہیں، اس نے اپنی آنکھ کھولی۔ لیکن یہ لرزتی ہوئی گائیں جنبش نہ کر سکیں۔ بچھڑا مرا پڑا تھا۔ خون بہت تھوڑا نکلا تھا، اسے مار ڈالنا بہترین رحم تھا۔

دفعتہً اس کا جذبۂ نشاط یک بیک ابھر آیا۔ اس نے سوچا اس گلّے میں جس گائے کی حالت ذرا بہتر ہو اسے نکال کر اپنے ساتھ لے جائے گائے ——— اس گلّے میں بہت سی گائیں تھیں، یقیناً یہ کسی کی ملکیت ہوں گی، کس کی؟ یہ نہیں معلوم، شاید یہ کبھی نہیں معلوم ہو سکے گا۔ کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ کتنے میلوں سے، شاید صدہا میلوں سے طوفان ہنکاتا ہوا انھیں یہاں لایا تھا، وہ چور نہیں تھی، لیکن غیر کے مال پر اسے قابض ہونا پڑ رہا تھا، اپنے ساتھ لے جا کر کم از کم ایک گائے کی جان تو بچا لے گی، یہ سارا گلّہ اندھا ہو چکا تھا، بے بس تھا اور عالمِ نزع میں

مبتلا تھا۔ نہیں وہ چور نہیں ہے، ایک گائے کی زندگی جس طرح بھی ہو بچا لینی چاہیے، ایک کو تو وہ پال لے گی، اس کا دودھ جان پیئے گا، جب چارلز گھر آئے گا اس گائے کو دیکھ کر حیران رہ جائے گا۔

اس وقت وہ بہت خوش تھی، مسکرا رہی تھی، وہ بے خطر گلّے کی طرف بڑھی۔ ایک نوجوان بچھیا کو اس کی نگاہ نے تاڑا جو سب کے بیچ میں تھی، توانا اور تندرست، سرخ رنگ کی، کیتھرائن نے اسے منتخب کر لیا۔

کیتھرائن کو قسمت کی ستم ظریفی پر ہنسی آ رہی تھی۔ کس طرح گھر بیٹھے اتنی بڑی کامیابی حاصل ہو گئی، طوفان کی ہولناکیوں نے اسے ایک تحفہ دیا تھا، ایک خوبصورت سی گائے، یہ ثمرہ تھا، محنت، خود اعتمادی اور امید کا۔

جس طرح برف کے ٹکڑوں کو نا نگلتی پھلانگتی، چشمہ سے گزرتی کنارے پہنچی، وہاں سے گھر آئی۔ چولھا جلایا، جان کی خبر لی، اس کے کپڑے بدلے، کمبل میں لپیٹ کر اسے لٹا دیا۔ جیسے ریشم کا ایک کویا۔ اس کے بعد رسّی کی تلاش میں گودام کی طرف گئی۔

جاڑے کا مختصر دن اس کا انتظار نہیں کر سکتا تھا، جب وہ گلّے میں رسّی باندھ کر اس اندھی بچھیا کو نکال کر گھر کی طرف کھینچ کر لا رہی تھی، تو آفتاب مائل بہ غروب ہو چکا تھا۔ بچھیا گلّے سے جدا ہوتے ہوئے اڑ

رہی تھی، وہ کتنی ہی کمزور ہو لیکن کیتھرائن سے زیادہ طاقتور تھی، اس نے جلد ہی اس کو تھکا دیا، لیکن خود بھی تھک گئی۔ کیتھرائن نے تھوڑی دیر دم لینے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ بچھیا اندھی تھی ورنہ واقعی اس کا سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح بچھیا کو اپنے گھر لے آئی۔

آفتاب غروب ہو چکا تھا، کیتھرائن نے بچھیا کو لے جا کر طویلے میں باندھ دیا، اس نے ناند میں گھاس ڈال دی، اور اس کا بدن برف سے صاف کر دیا، اس کے بعد دوبارہ رسّی اور کلہاڑا لے کر وہ گلّے کی طرف بڑھی، اس نے جس بچھڑے کو ہلاک کیا تھا اس کا بہترین گوشت کاٹا اس کے پارچے کیے اور اسے ایک گٹھڑی میں باندھ لیا، پھر نڈھال اور تکان سے چور دوسری گایوں کی طرف بڑھی، انھیں کسی طرح ایک ایک کر کے باہر نکالا اور ہوا کے رُخ پر ہانک دیا، گو ان کے پاؤں کانپ رہے تھے لیکن ہوا سہارا دیتی شہر کی طرف انھیں لے جا رہی تھی، اپنے اس کارنامے پر کیتھرائن بہت خوش ہوئی، شاید شہر والے ان کی کچھ مدد کر سکیں، اس نے ان گایوں کو انتہائی تکلیف اٹھا کر زندہ رہنے کا ایک موقع دیا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس طرح اس نے اپنی گائے کی قیمت ادا کر دی ہے۔

رات کو برف کا طوفان پھر آیا، لیکن صرف ایک دن رات۔

کیتھرائن آرام سے بستر پہ پڑی رہی، جان کھیلتا رہا، گوشت کا ایک بڑا پاچہ اس نے چولھے پر چڑھا دیا، جس کی اشتہا آور خوشبو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ نادیں جو گھاس پڑی تھی وہ برف آلود تھی گویا ایک جگہ پانی اور چارہ موجود تھا، طوفان کی گڑگڑاہٹ اور ہوا کی شائیں شائیں نے اس مرتبہ کیتھرائن کو متوحش اور پریشان نہیں کیا، وہ بہت خوش تھی —— آسودہ اور مطمئن۔

"کاش چارلز کو کسی طرح معلوم ہو جاتا کہ اب ہم ایک گائے کے مالک ہیں —— لیکن چارلز کہاں؟"

یہ سوچ کر کیتھرائن مضمحل ہو گئی، لیکن امید نے پھر سہارا دیا۔

"چارلز آئے گا، چارلز اپنے گھر آئے گا، ہشاش بشاش، توانا اور تندرست موسم سرما کی یہ سختیاں جلد ہی ختم ہو جائیں گی، موسم بہار میں ہم دونوں پھر کام کریں گے، کام کریں گے، آرام کریں گے، محنت کریں گے، کمائیں گے بوئیں گے، کھائیں گے، بچائیں گے اور موج کریں گے۔"

گوشت کے دو بڑے بڑے ٹکڑے اس نے صحن میں لٹکا دیے تھے تاکہ ان پر برف کی تہ جم جائے اور وہ سڑنے نہ پائیں۔ ٹھنڈی ہوا اور برفباری کے طوفان نے انھیں منجمد کر دیا۔ برف اور شور سے گر رہی تھی، لیکن اس مرتبہ وہ ہراساں نہ تھی۔

بچھیا حفاظت کے ساتھ کھونٹے سے بندھی تھی، کیتھرائن نے کچھ گھاس اور تھوڑا برف اس کے قریب لا کر رکھ دیا، اس نے اسے چمکارا لیکن ہاتھ نہیں لگایا جب تک وہ مانوس نہ ہو جاتی، ہاتھ لگانا خطرناک تھا۔

کیتھرائن نے طویلہ کا دروازہ بند کر دیا اور تالا لگا دیا۔ وہ اپنی اس جائداد کی بڑی چوکسی کے ساتھ حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ ہوا بند تھی، برفباری جاری تھی، رسّی اور پھاوڑا لے کر وہ باہر نکلی، تھوڑی دُور گئی تھی کہ ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی، طویلے کے پاس ایک بھیڑیا کھڑا تھا، وہ سوچنے لگی اگر میں باہر جاتی ہوں اور بھیڑیا گھر میں گھس آیا تو جان کا کیا ہو گا؟ بیچارہ اکیلا پڑا ہے اور بھیڑیا آخر بھیڑیا ہے، موقع پاتے ہی آ دھمکے گا، اس خطرہ سے اس کا دل ڈولنے لگا۔

بھیڑیا اسے تاک رہا تھا، سوئی کی طرح اس کے بال کھڑے تھے، جیسے وہ شکار کی تاک میں تھا۔ قد و قامت کے لحاظ سے یہ کافی بڑا تھا، اس کا جوڑا بھی یہیں کہیں آس پاس ہو گا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہیں پیچھے دبکا ہوا اور میرے اوپر حملہ کر دے، کیتھرائن اپنی جگہ پر چپ چاپ کھڑی رہی نہ آگے بڑھ سکتی تھی نہ پیچھے ہٹ سکتی تھی، آگے بڑھنے میں اندیشہ تھا کہیں حملہ نہ کر بیٹھے، پیچھے ہٹتے ہوئے بھی ڈر لگتا تھا کہیں دوسرا بھیڑیا نہ نکل آئے۔ وہ بھی کھڑی ہو کر بھیڑئیے کو تکنے لگی، برف کے ٹکڑے بھیڑئیے کی گردن پر

جمے ہوئے تھے، اس کا منہ ایک بدنما برتن کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اس کی لال لال زبان برف کو تشنگی کے عالم میں چاٹ رہی تھی۔ بھیڑئے نے پنجہ اٹھایا، کیتھرائن بے حس و حرکت کھڑی رہی، یکایک بھیڑیا تیزی سے بھاگا اور ذرا دیر میں نظر سے اوجھل ہوگیا، البتہ گرتی ہوئی برف کے آئینہ میں اس کا سایہ نظر آتا رہا۔

کیتھرائن چوکنی اور خبردار آہستہ آہستہ گھر واپس آئی، وہ عمداً تیز نہیں چل رہی تھی، اگر تیز چلتی تو ہمت جواب دے جاتی، وحشت غالب آ جاتی، جب تک بھیڑیا کہیں دکھائی نہیں دیتا اس نے سوچا کوئی خطرہ نہیں ہے، وہ محفوظ ہے۔ بھیڑیا اس وقت حملہ کرتا ہے جب وہ اپنے شکار کو دیکھ لے، پھر خیال آیا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جب نشیب میں چشمہ کی طرف سے ہوتی وہ گھر جائے گی تو وہ اوپر سے اس پر کود پڑے، اب ایسا محسوس ہونے لگا، جیسے بھیڑیا اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

چشمے کے قریب پہنچ کر وہ بے تحاشا بھاگنے لگی۔ خطرے نے اس کے پاؤں میں پر لگا دیے تھے، وہ گویا اڑ رہی تھی، چشم زدن میں گھر پہنچ گئی۔

اس روز کئی مرتبہ کیتھرائن نے بچھیا کی دردناک پکار سنی، طویلے کا دروازہ بند تھا، دیواریں مضبوط اور موٹی تھیں، چھت بھی کمزور نہ تھی، کسی طرح بھی بھیڑیا وہاں نہیں پہنچ سکتا تھا، اس خیال نے اسے مطمئن کردیا۔

رات کو دروازے کے قریب ہی بھیڑیوں کی خوفناک آوازیں سنائی دیں
یدا انھیں تازہ گوشت مل گیا تھا، اور وہ خوش ہو ہو کر تکا بوٹی کر رہے تھے
وران کم بختوں نے گایوں کے گلّے کا پیچھا کیا ہوگا، یا پھر جس بچھڑے کو
ں نے ہلاک کیا تھا اس کا گوشت لے آئے ہوں گے۔ اس نے دہلیز پر
کھڑ کھڑاہٹ سُنی، جیسے کوئی دروازے پر پنجہ مار رہا ہو۔

کیتھرائن نے لمپ جلایا اور ساری رات بیٹھ کر گزار دی، نظر بار بار
ن دان پر جاتی تھی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اتنا تنگ ہے کہ بھیڑیا کسی
بھی اس میں سے نہیں آسکتا تھا پھر بھی وہ ڈر رہی تھی پستول بھر کر اس نے
ں رکھ لیا تھا، ٹکٹکی لگائے روشن دان کی طرف رات بھر دیکھتی رہی، اگر
ں پنجہ یا سر نظر آیا تو فوراً شوٹ کر دے گی۔

برف باری نے سردی اور بڑھا دی تھی، کلہاڑی پاس موجود تھی۔ اس نے
یا اس طوفانی حالت میں گھاس لینے کے لیے باہر جانے سے بہتر یہ ہے
بز اور بنچ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور انھیں جلا یا جائے لیکن
ں ضرورت نہیں پڑی کیونکہ جو گھاس موجود تھی دو دن تک اس نے کام
ور تیسرے دن برف پر روپہلی چمک نمودار ہوئی جس کے معنی یہ تھے کہ
ج چمک رہا ہے۔

بڑی مشکل سے برف کو ہٹا کر کیتھرائن نے دروازہ کھولا، پستول اب بھی

اس کے ہاتھ میں تھا، لیکن اب کوئی بھیڑیا یہاں موجود نہ تھا، لیکن اس کا مطلب یہ بھی تو نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ کے لیے چلے گئے، یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ کہیں چھپے بیٹھے ہوں اور موقع پاتے ہی حملہ کر دیں، وہ سوچنے لگی یہ تو عجیب مصیبت پیش آ گئی، بغیر ایندھن کے جاڑے کا موسم کیسے کٹے گا؟ ہمت نے پھر ساتھ دیا، اس نے فیصلہ کر لیا خطرے کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

وہ باہر نکلی، بھیڑیوں کا کوئی نشان موجود نہ تھا۔ اصطبل پہنچی، بچھیا ہر طرح محفوظ تھی، پھر دلدل کی طرف گئی، اور کافی گھاس اکٹھی کر لائی۔

اس واقعے کے بعد اس نے بارہا بھیڑیوں کی آوازیں سنیں، ان کے نشان قدم بھی متعدد مرتبہ دروازے پر اور طویلے کے پاس نظر آئے، لیکن اب اس کا حوصلہ قائم تھا، گھر سے نکلتی تھی، لیکن پستول لے کر، تاکہ جیسے ہی بھیڑیا سامنے آئے شوٹ کر دے، اس نے ایک راستہ متعین کر لیا تھا۔ اسی سے آتی جاتی تھی۔

بھیڑیوں کی موجودگی نے اسے بار بار چارلز کا انتباہ یاد دلایا۔ اس نے اپنے خط میں بھیڑیوں اور رہزنوں سے ہوشیار کیا تھا، جب وہ آگ جلاتی تو محسوس کرتی تھی چمنی سے جو دھنواں نکل رہا ہے وہ میلوں دور تک اگر بادل نہ ہو دکھائی دے سکتا ہے، اور اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس گھر میں کوئی رہتا ہے۔ اس زمانے میں گھر پر ناجائز قبضہ کرنے والے قو ادھر کا رُخ نہ کریں گے

لیکن رہزن ـــــــــــ؟

کیتھرائن نے پورے اعتماد کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کسی انسان کی طرف سے اس نے کوئی خطرہ دیکھا تو بے دھڑک گولی چلا دے گی، اس نے اپنے آپ سے کہا، کوئی اجنبی اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا، ـــــــــــ کیسے ہی حالات ہوں اسے ہرگز گھسنے نہیں دیا جائے گا، اس فیصلے نے اسے مطمئن کر دیا، اس کا حوصلہ پھر قائم ہو گیا۔ وہ اب تک خود اپنے آپ کو نہیں سمجھ سکی تھی۔

برفباری اور طوفان کا سلسلہ برابر جاری رہا، کبھی مطلع صاف ہوتا تو کئی کئی دن صاف رہتا، طوفان آتا تو ہفتہ ہفتہ بھر برفباری رہتی، موسم کی اس الٹ پلٹ نے اسے وقت اور تاریخ سے بے خبر کر دیا تھا۔ اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ دسمبر ختم ہوا یا نہیں، جنوری شروع ہوا یا نہیں، لیکن کچھ بھی ہو ہر نیا دن جو طلوع ہوتا تھا یہ خبر دیتا تھا کہ اب موسم سرما رخصت ہونے والا ہے۔ رجان بہت اچھی حالت میں تھا، ثریا اور چوہنچال۔ بچھیا بھی طویلے میں ہر طرح محفوظ تھی، خود اس کی حالت بھی بہت اچھی تھی۔ ہر وقت وہ موسم بہار اور چارلز کی آمد کا خواب دیکھا کرتی تھی، دونوں ابھی تک اس کی پہنچ سے باہر تھے، اور وہ خود بھی اتنی کمزور اور مجبور تھی کہ ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس میں اتنی سکت بھی تو نہیں تھی کہ وہ اپنی پکار چارلز تک پہنچا سکتی

دن میں وہ زیادہ باہمت اور باحوصلہ رہتی، بس چارلز کے آنے کی راہ تکتی رہتی موسم بہار کی آمد آمد سے لَو لگائے رکھتی اور پھر دل ہی دل میں کہتی۔

"چارلز بھی آئے گا اور موسم بہار بھی، مجھے ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں!"

---

(۲)

فروری کا مہینہ آگیا، اگرچہ کیتھرائن اس سے بے خبر تھی۔
ٹھٹھرا دینے والی سردی کا جو طوفان تین دن سے آیا ہوا تھا وہ اب
ختم ہو رہا تھا۔ کیتھرائن نے طویلے میں کافی گھاس ڈھیر کر دی تھی، بچھیا اب
اتنی مانوس ہو گئی تھی کہ وہ اسے کھلا چھوڑ دیتی اور وہ رکھی ہوئی گھاس کھاتی
رہتی، ٹب میں ہر وقت پانی بھرا رہتا تاکہ جب پیاس لگے پی لے۔ گھاس
اور پانی کا اتنا ذخیرہ طویلے میں تھا کہ اگر طوفان ہفتہ بھر جاری رہے تو کوئی
تکلیف نہ ہو۔

جان سو رہا تھا، کمرے میں مدھم مدھم آگ جل رہی تھی۔ کیتھرائن نے
رات کا کھانا کھا کر سارے برتن دھو ڈالے، پھر کنگھی لے کر بال ٹھیک کیے۔
اتنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، طوفان پھر

آگیا تھا۔ برف پھر گرنے لگی تھی، ہوا کے خوفناک جھکڑ پھر چلنے لگے تھے۔ اس نے کسی آدمی کی چیخ سنی، جیسے کوئی انتہائی مصیبت میں دردناک طریقے پر چیخ رہا ہو۔

ایک آدمی گھر کے پاس کھڑا تھا شاید طوفان نے اسے اندھا کر دیا تھا وہ چمنی کے پائپ کا سہارا لیے ہوئے تھا۔ یہ کون شخص ہو سکتا ہے۔ اس علاقے میں ایسے وقت آنے والا کوئی شریف آدمی تو نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی گم کردہ راہ ہو سکتا ہے۔ طوفان کے آثار بڑی دیر سے نمایاں ہو رہے تھے۔ اس آدمی میں اتنی عقل ہونی چاہیے تھی کہ گھر بیٹھتا، نہ یہ کہ اتنی دور دراز مسافت طے کر کے یہاں پناہ لینے آتا۔ اس نے سن رکھا تھا اس زمانے میں بھیڑیوں اور رہزنوں کا راج ہوتا ہے اور وہ جہاں چاہتے ہیں گھومتے پھرتے ہیں۔

اس آدمی نے مشرقی رُخ پر جا کر پھر ایک مرتبہ پائپ کو بھڑ بھڑایا۔ اب وہ چشمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اگر چند قدم اور بڑھتا تو یقیناً اس میں گر پڑتا اور برف کے دریا میں غوطے کھانے لگتا، ——— وہ گر پڑے گا، مر جائے گا، طوفان اسے دفن کر دے گا، جب برف پگھلے گی تو صرف اس کی ہڈیاں برآمد ہوں گی، یہ سوچ کر کیتھرائن نے اپنے آپ سے کہا۔

"خاموش رہو، تمھیں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں، دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا تمھارا کام نہیں، اس آدمی کو گھر میں آنے کی

اجازت نہیں دی جا سکتی، کیا معلوم یہ کون ہے؟ کیا جانے کس ارادے سے آیا ہے، کیا خبر یہ کیا کر گزرے! خبردار! صرف اپنی فکر رکھو، اپنے بچے کی۔ خطرے کو دعوت دینا حماقت ہے، لیکن بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

"ٹھہر جاؤ! ——————"

پھر چیخی۔

"آگے مت بڑھو! ——————"

اس نے ایک مرتبہ پھر کہا،

"کیا تم میری آواز نہیں سنتے؟ میں کہتی ہوں آگے مت بڑھو!"

کیتھرائن کو ایک چیخ سنائی دی، وہ آدمی چشمے میں گر پڑا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ ہوا کا یہ طوفان کس طرح اس پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ ریت کے ذروں کی طرح برف کے ٹکڑے اس پر چھلے جا رہے تھے۔ وہ برف میں ڈھک گیا، وہ اندھا ہو گیا، بہرہ ہو گیا، پھر کھو گیا —————— ایک رہزن، لیکن ایک انسان جو طوفان سے مصروفِ جنگ تھا۔

کیتھرائن آگے بڑھی، اس آدمی سے پکار کر کہا۔

"لیٹ جاؤ۔ رینگتے ہوئے آگے بڑھو، اگر ذرا بے احتیاطی کی تو ڈوب جاؤ گے، داہنے ہاتھ کی طرف بڑھو، وہاں تمھیں ایک رسّی ملے گی اسے پکڑ لو۔"

اس آدمی نے ایسا ہی کیا، کیتھرائن نے اس سے کہا،

"وہ راستہ ہے بائیں طرف چلے جاؤ!"

کیتھرائن واپس آ گئی، اس نے اپنے بال ٹھیک کیے، لمپ جلایا، پھر پستول نکالا اور یہ اطمینان کر لیا کہ بھرا ہوا ہے، اس کے بعد دروازے کی کنڈی لگا لی اور اپنے کمرے میں آ کر پڑ رہی، اسے افسوس تھا جو کچھ اس نے کیا تھا۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کے سوا وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

دفعتہً زور سے کمرے کا دروازہ کھلا اور برف کے گالے اندر آ گئے۔ وہ بھیگ گئی اور ٹھٹھر گئی۔ اس نے دیکھا ایک آدمی طوفانی ہوا کا مقابلہ کرتا اسی طرف آ رہا ہے۔ یہ ایک کشیدہ قامت آدمی تھا جس کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، گرم کوٹ پہنے ہوئے تھا، سر پر ٹوپی تھی، کان مفلر سے ڈھکے ہوئے تھے، برف کے ٹکڑوں کو جھاڑتا اسی طرف بڑھ رہا تھا، کچھ کہہ بھی رہا تھا، لیکن آواز اچھی طرح سنائی نہیں دیتی تھی، اب وہ بالکل سامنے آ گیا اور آتے ہی اسے اپنی آغوش میں لے لیا، ——— سخت لیکن برف کی طرح ٹھنڈے بازو ———،

"تم ———؟"

کیتھرائن اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی، ذرا دیر کے بعد وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم آ گئے ——— ؟"

اب تک اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسے اپنی باہوں میں جکڑے ہوئے تھی، جیسے یقین کرنا چاہتی ہو واقعی یہ چارلز ہے، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، اور پھر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں چارلز سے پوچھا۔

"کیا تم بھوکے ہو، کچھ کھاؤ گے؟"

چارلز نے جواب دیا

"ہٹاؤ! ——— اس وقت کھانے کا کیا ذکر؟ آؤ تم میرے پاس بیٹھو!"

اس نے کھینچ کر اسے آغوش میں لے لیا۔ اسے پیار کرتا ہوا بولا۔

"اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، میں نے لکھا تھا جیسے ہی میری حالت ٹھیک ہو گئی فوراً آؤں گا۔ کیتھرائن صرف خدا ہی جانتا ہے جب میں نے راستے میں یہ سنا کہ سیونسن بھی یہاں سے چلا گیا ہے اور اس علاقے میں تم تنہا ہو، تو مجھ پر کیا گزری! تم کتنی باحوصلہ، لیکن کتنی بے وقوف ہو، بھلا کوئی ایسے خطرے بھی مول لیتا ہے؟ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا، کیا تم سمجھتی ہو دنیا کی کوئی چیز بھی تمہارے مقابلے میں عزیز ہو سکتی ہے۔ یہ گھر، یہ کھیت، مستقبل کی امیدیں سب تم پر قربان ہیں۔"

پھر اس نے سوتے ہوئے جان کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا،

چارلز نے جواب دیا

"ہاں میں تھا، تمھاری یاد میں مست، تمھاری تلاش میں سرگرداں!"

کیتھرائن نے اسے خوشخبری سنائی۔

"ہمارے پاس ایک گائے بھی ہے!"

"گائے؟ یہ کہاں سے آئی؟"

"ایک بڑی اچھی بچھیا، بڑی نیک، لال رنگ کی!"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن کہاں سے آئی، میں نے تو بہت تھوڑے سے روپے بھیجے تھے، ان سے تو یہ نہیں خریدی جا سکتی تھی؟ اب میرے پاس دو ڈھائی سو روپے ہیں، اور ان سے قرضہ ادا کر کے ایک مرتبہ پھر مفلس بن جاؤں گا۔"

"چارلز یہ باتیں چھوڑو، تمھارا پاؤں اب کیسا ہے؟"

"بہت ٹھیک، ابھی ذرا سا لنگ باقی ہے، وہ بھی بہت جلد دور ہو جائے گا، موسم بہار آنے دو، میں پھر اسی طرح کام کرنے لگوں گا!"

"لیکن چارلز تم کتنے ظالم ہو، پاؤں لنگ کرتا تھا، پھر بھی اتنی طویل مسافت طے کر لی؟"

"یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تم یہاں ہو مجھے سر کے بل آنے میں بھی تامل نہ تھا!"

"چارلز اس سارے علاقے میں بھیڑیوں کا راج ہے!"

”یہ حضرت کیسے ہیں؟“

وہ فخر و نشاط کے جذبہ سے بولی،

”اب تو بڑا شریر ہو گیا ہے! دو دانت بھی نکل آئے ہیں“

بڑی دیر تک دونوں میں اسی طرح گھل مل کر باتیں ہوتی رہیں، چارلس نے بتایا کہ جب وہ شہر میں پہنچا تو لوگوں نے اسے تنبیہہ کی کہ اس طوفانی حالت میں نہ جائے، لیکن اسے امید تھی کہ وہ طوفان سے جنگ میں کامیاب ہوگا، طوفان جب شروع ہوا ہے تو وہ دلدل کے قریب پہنچ چکا تھا، لیکن تاریکی میں بھٹک گیا، اور غلط راستے پر چلا گیا، کنواں ڈھونڈھنے کی کوشش کی جو اسی نے کھودا تھا، پھر وہ گویا ہوا،

”میرا خیال تھا کنویں سے بغیر کسی دِقّت کے میں طویلے تک پہنچ جاؤں گا اور وہاں سے چشمے تک، تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میں شمال کی طرف جا رہا ہوں۔ یہ چمنی مجھے نظر آئی، میں نے اسے پھڑ پھڑایا مجھے بالکل نہیں معلوم تھا میں کہاں کھڑا ہوں۔ مجھے اندازہ نہ ہو سکا یہ کونسی جگہ ہے، پھر قریب تھا کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں کہ میرے کانوں میں تمہاری آواز آئی، کیتھرائن تم میرے لیے فرشتۂ رحمت ثابت ہوئیں“

کیتھرائن نے حیرت سے کہا

”وہ تم تھے؟ ——“

"یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے، شکار کا مزا آجائے گا، ان کی کھالیں تمھارے کام آئیں گی!"

اتنے میں ایک آواز نے کیتھرائن کو اپنی طرف متوجہ کیا، جان جاگ گیا تھا، وہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس نے چارلز کی طرف دیکھا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"پاپا ــــــ!"

یہ کہ کر وہ مسکرانے لگا، اور اس کے دونوں سفید دانت نظر آنے لگے۔

کیتھرائن نے جوش نشاط سے سرشار ہو کر کہا

"سنتے ہو چارلز، یہ تمھیں کیا کہ رہا ہے؟"

چارلز نے اسے گود میں اٹھا لیا، اور اس کے رخسار پر تابڑ توڑ بوسے دینے لگا۔

AMINIA MUSLIM GIRLS SCHOOL
DELHI COLONY, KARACHI

مطبوعاتِ مکتبۂ فرینکلن لاہور

مغرب کے موتی مشرق کے قدموں میں

فنونِ لطیفہ

شاہکار تصاویر (دنیا کی بہترین منتخب تصاویر کا مجموعہ) ترتیب اور ترجمہ
سید امتیاز علی تاج ۷ ۸ ۰

تاریخ وسیرت

اینسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم ترجمہ و تہذیب مولانا غلام رسول مہر۔ جلد اول
(تاریخ اسلام) دس روپے۔ جلد دوم (تاریخ عمومی) بارہ روپے جلد سوم (تاریخ عمومی) چودہ روپے

تاریخ بھی مزے کی چیز ہے (بچوں کے لئے) ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک ۱ ۸ ۰

چنگیز خاں (سوانح عمری) ترجمہ عزیز احمد ۶ ۰ ۰

سقراط (سوانح عمری) ترجمہ آنسہ صبیحہ حسن ۲ ۸ ۰

غریب لڑکے جو نامور ہوئے (مسلمان اور غیر مسلم اکابر کی مختصر سوانح عمریاں)
ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک ۴ ۰ ۰

لڑکیاں جو نامور ہوئیں (مسلمان اور غیر مسلم نامور خواتین کی مختصر سوانح عمریاں)
ترجمہ اختر عزیز احمد ۵ ۰ ۰

سلیمان عالیشان (مشہور ترک سلطان سلیمان اعظم کی دلچسپ اور پر از معلومات سوانح عمری)
ترجمہ اختر عزیز احمد ۸ ۸ ۰

مکتبۂ فرینکلن - ۶۶ - مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور

سو بڑے آدمی (بچوں اور بڑوں کے لئے مسلم اور غیر مسلم مشاہیر کی سو مختصر
سوانح عمریاں) ترجمہ عبد المجید سالک ۵ ۰ ۰

غازیانِ تہذیب (ان لوگوں کے دلچسپ حالات، جنھوں نے انسانی تہذیب
کو ترقی دی) ترجمہ سید ہاشمی فرید آبادی ۵ ۰ ۰

سو تاریخی واقعات (بچوں اور بڑوں کے لئے تاریخ عالم کے سو بڑے اہم واقعات
کا مختصر مجموعہ) ترجمہ مولانا غلام رسول مہر ۷ ۰ ۰

تاتاریوں کی یلغار (تاتاریوں کی دلچسپ اور ولولہ انگیز تاریخ) ترجمہ عزیز احمد ۱۲ ۰ ۰

ایڈیسن (مشہور امریکی موجد ٹامس ایلوا ایڈیسن کی ولولہ انگیز سوانح حیات) ترجمہ محمد سعید ۳ ۸ ۰

معاشیات

عظمائے معاشی نظریات ترجمہ ڈاکٹر ایس۔ ایم۔ اختر و مولانا غلام رسول مہر ۶ ۰ ۰

فلسفہ

خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ترجمہ مولانا صلاح الدین احمد ۱ ۴ ۰

داستانِ فلسفہ (دو جلدوں میں) (جلیل القدر فلسفیوں کے سوانح اور افکار)
ترجمہ سید عابد علی عابد فی جلد ۸ ۰ ۰

ناقابلِ تسخیر ذہنِ انسانی۔ ترجمہ محمد صفدر میر ۲ ۸ ۰

سیاست

امریکہ کا سیاسی نظام۔ ترجمہ مولانا صلاح الدین احمد ۳ ۸ ۰

اقوام متحدہ۔ ترجمہ فضل حق قریشی ۴ ۰ ۰

مکتبۂ فرینکلن ۶۶۔ مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور

ناول اور افسانے

پہلا خون (ناول)، ترجمہ غلام حسین	۲ ۸ ۰
ہمیں چراغ، ہمیں پروانے (ناول)، ترجمہ قرۃ العین حیدر	۱۰ ۰ ۰
ننھی بیبیاں (ناول)، ترجمہ حجاب امتیاز علی	۵ ۸ ۰
بشر ہے کیا کہیئے (ناول)، ترجمہ سید عابد علی عابد	۶ ۸ ۰
نئے پرانے (ناول)، ترجمہ محمد یوسف عباسی	۴ ۰ ۰
انجان راہی (ناول)، ترجمہ شان الحق حقی	۳ ۸ ۰
شہر پناہ (ناول)، ترجمہ ابن انشا	۳ ۸ ۰
مفرور (ناول) ترجمہ رئیس احمد جعفری	۴ ۰ ۰
ویراں ہے دل (ناول)، ترجمہ قیسی رام پوری	۶ ۰ ۰
چنگیز خاں کے سنہرے شاہین (تاریخی ناول)، ترجمہ اشفاق احمد	۶ ۰ ۰
اندھا کنواں (افسانے)، ترجمہ ابن انشا	۷ ۸ ۰
حیرتناک کہانیاں ترجمہ شاہد احمد دہلوی	۴ ۰ ۰
انوکھی کہانیاں ترجمہ شاہد احمد دہلوی	۵ ۰ ۰
لاکھوں کا شہر (افسانے)، ترجمہ ابن انشا	۳ ۸ ۰
پاپ کی نگری (افسانے)، ترجمہ سیدہ نسیم ہمدانی	۶ ۰ ۰
قصص الحمرا، (افسانے)، ترجمہ پروفیسر سید وقار عظیم	۷ ۸ ۰
سورج کے ساتھ ساتھ (ملک ملک کی لوک کہانیاں)، ترجمہ عشرت رحمانی	۶ ۸ ۰

مکتبۂ فرینکلن ۶۶۔مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور

فنی معلومات

ٹیلیفون کیسے کام کرتا ہے
ترجمہ خلیق ابراہیم خلیق ۔۔۔ ۱ ۴ ۰

بجلی کی پہلی کتاب ترجمہ سید علی ناصر زیدی ۔۔۔ ۲ ۸ ۰

موٹروں کی پہلی کتاب ترجمہ مولانا غلام رسول مہر ۔۔۔ ۲ ۸ ۰

طیاروں کی پہلی کتاب " " ۔۔۔ ۲ ۸ ۰

انسانیات

مستقبل کا انسان ترجمہ سید قاسم محمود ۔۔۔ ۶ ۰ ۰

بنیادی سائنسی معلومات کا سلسلہ

کیڑوں کی سماجی زندگی، کشش ثقل، انسانی مشین، زندہ اشیا،
حرارت، روشنی، آواز، مقناطیس، مٹی،
ترجمہ مولانا صلاح الدین احمد

دنیا پر پہلی نظر ترجمہ سید نسیم ہمدانی
ہر کتاب کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

مزید سائنسی کتابیں

خدا موجود ہے (مغرب کے چالیس سائنس دانوں کی شہادت)
ترجمہ عبد الحمید صدیقی ۔۔۔ ۶ ۰ ۰

ستاروں کی دنیا ترجمہ سید علی ناصر زیدی ۔۔۔ ۵ ۰ ۰

مکتبۂ فرینکلن، ۲۶ مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور

زمین کی سرگذشت ترجمہ سید علی ناصر زیدی ۰ ۰ ۴

مشہور موجد اور ان کی ایجادیں ترجمہ ابوالحسن نغمی ۰ ۱۲ ۲

جوہری توانائی اور اس کا مستقبل ترجمہ پروفیسر محمود احمد خاں ۰ ۸ ۴

آواز کی کہانی ترجمہ مسعود احمد خاں ۰ ۴ ۱

سائنس کے تجربات ترجمہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید ۰ ۰ ۵

آنکھوں سے کام لیجئے ترجمہ محمد سعید ۰ ۸ ۱

بچوں کے لئے سائنسی تحقیق کی راہیں ترجمہ محمد فاروق ۰ ۸ ۲

چند عظیم علمائے جراثیم ترجمہ عبدالمجید قریشی ۰ ۰ ۱۰

حیوانی زندگی کا ماضی و حال ترجمہ ڈاکٹر نذیر احمد ۰ ۰ ۵

بنیادی سائنسی معلومات کے سلسلے کی چند تازہ ترین کتابیں

ترجمہ مولانا صلاح الدین احمد

پرندے، پھول، پھل اور بیج، ستاروں سے آگے، چاند،
موسم، مشینیں ۔ ہر کتاب کی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

سائنس کی حیرت انگیز باتیں ترجمہ سید علی ناصر زیدی ۰ ۸ ۲

طب اور صحت

میرے اندر کیا ہے؟ (بچوں اور بڑوں کے لئے یکساں مفید)
ترجمہ مولانا غلام رسول مہر ۰ ۸ ۱

بچہ اور اس کی دیکھ بھال ترجمہ ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان قسم اول دس روپے قسم دوم چھ روپے آٹھ آنے

مکتبۂ فرینکلن ۶۶۔مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور

(زیر طبع کتابیں)

عرب دنیا	ترجمہ ڈاکٹر محمود حسن
ایک حمام میں	ترجمہ عشرت رحمانی
نور محل	ترجمہ شبلی ایم۔ کام اور حکیم حبیب اشعر
دوسروں سے نباہ	ترجمہ اشفاق احمد
بچوں کو آداب سکھائیے	ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک
اپنی شخصیت کا جائزہ	ترجمہ ڈاکٹر عبدالرؤف
آئیے دوست بن جائیں	ترجمہ سید وقار عظیم
بچوں کی جماعتی زندگی	ترجمہ سید وقار عظیم
بچوں کی سیکھنے کی قابلیت	ترجمہ شاہد احمد دہلوی
یہ ہے شمالی افریقہ	ترجمہ سید عابد علی عابد
عرب اور اہل عرب	ترجمہ مولانا غلام رسول مہر
بادبان (ناول)	ترجمہ سید قاسم محمود
گھاس کا سمندر (ناول)	〃 〃
اسلام۔ صراط مستقیم	ترجمہ مولانا غلام رسول مہر
خلا میں سفر کی پہلی کتاب	〃 〃
مصنوعی سیارچہ	ترجمہ علی ناصر زیدی
سائنس باتوں میں	ترجمہ علی ناصر زیدی

مکتبۂ فرینکلن ۶۶- مزنگ روڈ، پوسٹ بکس نمبر ۳۶۹ لاہور